کثیرین قولُہ اِمتَنَعتْ افرادُہ کشریکِ الباری تعالی

ترجمہ: مصنف کا قول فرض صدقہ ،فرض یہاں پر تجویز عقل کے معنی میں ہے نہ کہ تقدیر عقل کے معنی میں اس لیے کہ محال نہیں ہے کثیرین پر جزئی کے صادق آنے کو فرض کرنا (مان لینا)۔مصنف کا قول امتنعت افرادہ، جیسے شریک باری تعالی

﴿تشریح﴾ الفرض ھھنا الخ : ۔یہ ایک سوال کا جواب ہے سوال کی تقریر یہ ہے کہ جزئی کی یہ تعریف جامع نہیں اس لیے کہ یہ کسی جزئی پر صادق نہیں آتی ، کیونکہ کوئی جزئی بھی ایسی نہیں جس کے صدق علی کثیرین کو فرض کرنا ممتنع ہو، اس لیے کہ جزئی کا صدق علی کثیرین زیادہ سے زیادہ محال ہوسکتا ہے، اور فرض تو محال کو بھی کیا جاسکتا ہے؟ اس کا جواب دیا کہ فرض کے دو معنی ہیں (۱) تجویز عقل، یعنی عقل کا کسی چیز کو جائز قرار دینا (۲) تقدیر عقل، یعنی عقل کا کسی چیز کو مان لینا اگر چہ وہ عقل کے نزدیک محال ہو، یہاں فرض سے مراد تجویز عقل ہے، اب مطلب یہ ہوگا کہ جزئی وہ ہے کہ عقل اس کے صدق علی کثیرین کو جائز قرار نہ دے ،اب جزئی کی یہ تعریف جامع ہو جائیگی۔

امتنعت الخ : ۔ یہاں سے اس کلی کی مثال بیان کی جس کے افراد ممتنع ہوں ۔اس کی مثال شریک باری تعالی ہے۔

قولُہ او امکنَت ای لم یَمتنِعُ افرادُہ فیشمَلُ الواجبَ والممکنَ الخاصَّ کلیھما قولہ ولم تُوجَدُ کالعنقاءِ قولُہ مع امکانِ الغیرِ کالشمسِ قولہ او امتناعِہ کمفھومِ واجبِ الوجودِ قولہ معَ التناھِی کالکواکبِ السیارۃِ قولہ اوعدمِہ کمعلوماتِ الباری عَزَّاسمُہ وکالنفوسِ الناطقۃِ علی مذھبِ الحکماءِ

ترجمہ: مصنف کا قول اوامکنت یعنی اس کے افراد ممتنع نہ ہوں پس یہ شامل ہو جائیگا واجب اور ممکن خاص دونوں کو مصنف کا قول ولم توجد جیسے عنقاء ،مصنف کا قول مع امکان الغیر جیسے سورج مصنف کا قول امتناعہ جیسے واجب الوجود کا مفہوم مصنف کا قول مع التناہی جیسے کواکب سیارہ ،مصنف کا قول اوعدمہ جیسے معلومات باری تعالی اور جیسے نفوس ناطقہ حکماء کے مذہب کے مطابق

﴿تشریح﴾ ای لم یمتنع الخ : ۔یہ ایک سوال کا جواب ہے سوال کو سمجھنے سے پہلے دو باتیں جاننی چاہیں پہلی بات یہ ہے کہ امکان عام کہتے ہیں سلب الضرورۃ عن الجانب المخالف ، جانب مخالف سے ضرورت کا سلب یعنی جانب مخالف ضروری نہیں خواہ وہ عدم ہو یا وجود۔اور امکان خاص کہتے ہیں سلب الضرورۃ عن الجانبین ، جانبین سے ضرورت کا سلب ،یعنی جانبین ضروری نہیں ، نہ جانب وجود اور نہ جانب عدم۔ واجب کہتے ہیں جس کا وجود ضروری ہو اور امتناع کہتے ہیں جس میں عدم ضروری ہو۔دوسری بات یہ سمجھیں کہ مصنف کی عبارت امتنعت افرادہ اوامکنت میں امکان امتناع کے مقابل ہے اور امکنت کے تحت جو قسمیں بیان کی گئیں ان میں ایک کی مثال واجب بھی ہے، گویا واجب امکنت کے تحت داخل ہے۔اب سوال کی تقریر یہ ہے کہ مصنف کے قول اوامکنت میں امکان سے کیا مراد ہے اس میں دو احتمال ہیں امکان عام اور امکان خاص، اور یہ دونوں احتمال صحیح نہیں ، پہلا

احتمال تو اس لیے صحیح نہیں کہ اگر امکان سے مراد امکان عام ہو تو امکنت اور امتنعت کا تقابل درست نہ ہوگا، اس لیے کہ امتناع امکان عام کے تحت داخل ہے وہ اس طرح کہ امکان عام کے تحت دو صورتیں ہیں (۱) وجود ضروری نہ ہو خواہ عدم ضروری ہو یا نہ ہو (۲) عدم ضروری نہ ہو خواہ وجود ضروری ہو یا نہ ہو۔ اور امتناع کا مطلب ہے کہ عدم ضروری ہے، اب دیکھیں امتناع (عدم ضروری ہو) امکان عام کی پہلی صورت (وجود ضروری نہ ہو خواہ عدم ضروری ہو یا نہ ہو) کے تحت داخل ہے۔ اور اگر امکان سے مراد امکان خاص ہو تو اگرچہ امتناع اور امکان کا تقابل درست ہو جائیگا لیکن پھر واجب کو امکنت کے تحت داخل کرنا صحیح نہ ہوگا اس لیے کہ امکان خاص میں دونوں جانبیں ضروری نہیں ہوتیں اور واجب میں جانب وجود ضروری ہوتی ہے۔ اس کا جواب دیا کہ امکان سے مراد امکان عام ہے باقی رہا یہ سوال کہ امکان اور امتناع کا تقابل درست نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ امکان عام سے مراد امکان عام مقید بجانب الوجود ہے یعنی مراد وہ امکان عام کی دوسری صوورت ہے جو اوپر ذکر ہوئی جس میں عدم ضروری نہ ہو اور امتناع میں عدم ضروری ہوتا ہے لہذا اب امتناع اور امکان کا تقابل درست ہو جائیگا۔

ولم توجد الخ :۔ یہ اس کلی کی مثال ہے جس کے افراد ممکن ہوں اور نہ پائے جائیں جیسے عنقاء۔

قوله مع امکان الخ:۔ یہ اس کلی کی مثال ہے جس کا ایک فرد پایا جائے اور اس فرد کا غیر ممکن ہو جیسے سورج

قولــه او امتـنـاعـه الخ :۔ یہ اس کلی کی مثال ہے جس کا ایک فرد پایا جائے اور اس کا غیر ممتنع ہو جیسے واجب الوجود کا مفہوم

قوله مع التناهي الخ :۔ یہ اس کلی کی مثال ہے جس کے افراد کثیرہ پائے جائیں اور وہ متناہی ہوں جیسے کواکب سیارہ (قمر، عطارد، زہرہ، شمس، مریخ، زحل اور مشتری)

قولـه اوعدمه الخ :۔ یہ اس کلی کی مثال ہے جس کے افرادہ کثیرہ پائے جائیں اور وہ غیر متناہی ہوں جیسے معلومات باری تعالی اور حکماء کے مذہب کے مطابق نفوس ناطقہ، جو مجردہ عن الابدان ہوں۔

فصـل الـكـليانِ ان تَفَارَقَا كُليًّا فمتَبَايِئَنَانِ والافانِ تَصَادَقَا كُلياً مِنَ الجانبينِ فمتَسَاوِيَانِ ونقيضاهُما كذالك اومن جانبٍ واحدٍ فاعمٌّ واخصُّ مطلقاً ونقيضاهما بالعكسِ والافمِنْ وجهٍ وبين نقيضيهِما تبائنٌ جزئيٌ كالمتبائنينِ

فصل، دوکلیوں میں اگر تفارق کلی ہو تو وہ متبائنین ہیں ورنہ پس اگر تصادق کلی ہو جانبین سے تو وہ متساوبین ہیں اور ان کی نقیضیں اسی طرح ہیں یا تصادق ہو جانب واحد سے تو وہ اعم اخص مطلق ہیں اور ان کی نقیضیں عکس کے ساتھ ہیں ورنہ پس وہ اعم اخص من وجہ ہیں اور ان کی نقیضوں کے درمیان تبائی جزئی ہوتا ہے مثل متبائنین کے۔

قولہ الکلیانِ الخ کلُّ کلییینِ لابدمن ان یتحقَّقَ بینھما احدَی النسبِ الاربعِ التبائنُ الکلیُّ والتساوی والعمومُ المطلقُ والعمومُ من وجہٍ وذالکَ لانھما اِمَّا انْ لایصدُقَ شئیٌ منھما علی شئی من افرادِ الآخرِ اویصدقَ فعلی الاول فھما متبائنَانِ کالانسانِ والحجرِوعلی الثانی فاِمَّا ان لایکونَ بینھما تصادقٌ کلیٌ اصلاً اویکونَ فعلی الاولِ فھما اعمُّ واخصُّ من وجہٍ کالحیوانِ والابیضِ وعلی الثانی فاِمَّاان یکونَ الصدقُ الکلیُّ من الجانبین اومن جانبٍ واحدٍ فعلَی الاولِ فھما متَسَاوِیانِ کالانسانِ والناطقِ وعلی الثانی فھما اعمُّ واخصُّ مطلقاً کالحیوانِ والانسانِ

ترجمہ: مصنف کا قول الکلیان الخ، ہر دوکلیوں کے درمیان ضروری ہے کہ متحقق ہو چار نسبتوں میں سے ایک نسبت تبائن کلی، تساوی، عموم خصوص مطلق اور عموم خصوص من وجہ، اور یہ اس لیے کہ یا تو ان میں سے کوئی ایک صادق نہیں آئے گی دوسرے کے افراد میں سے کسی ایک پر یا صادق آئیگی پس پہلی تقدیر پر وہ دونوں متبائنان ہیں جیسے انسان اور پتھر، اور دوسری تقدیر پر پس یا ان دونوں کے درمیان تصادق کلی بالکل نہ ہوگا یا ہوگا، پس پہلی صورت میں وہ دونوں اعم اور اخص من وجہ ہیں جیسے حیوان اور ابیض، اور دوسری صورت میں پس یا صدق کلی جانبین سے ہوگا یا جانب واحد سے، پس پہلی تقدیر پر وہ دونوں متساویان ہیں جیسے انسان اور ناطق اور دوسری تقدیر پر پس وہ دونوں اعم اخص مطلقا ہیں جیسے حیوان اور انسان۔

﴿تشریح﴾ کل کلیین الخ :۔ یہاں سے متن کی وضاحت کرتے ہیں کہ دوکلیوں کے درمیان چار نسبتوں میں سے کوئی ایک نسبت ضرور پائی جائیگی، تبائن، تساوی، عموم خصوص مطلق، عموم خصوص من وجہ، وجہ حصر یہ ہے کہ یا تو کوئی کلی دوسرے کلی کے کسی فرد پر صادق نہیں آئے گی یا آئے گی، اگر کوئی کلی دوسری کلی کے کسی فرد پر صادق نہ آئے تو ان کے درمیان تبائن کی نسبت ہوگی، اگر صادق آئے تو یا تو ان کے درمیان کسی جانب سے صدق کلی ہوگا یا نہیں، اگر کسی جانب سے صدق کلی نہ ہو تو ان کے درمیان عموم خصوص من وجہ کی نسبت ہوگی جیسے حیوان اور ابیض، اگر صدق کلی ہو تو یا تو وہ صدق کلی جانبین سے ہوگا یا جانب واحد سے، اگر صدق کلی جانبین سے ہو تو ان کے درمیان تساوی کی نسبت ہوگی جیسے انسان اور ناطق اور اگر صدق کلی جانب واحد سے ہو تو ان کے درمیان عموم خصوص مطلق کی نسبت ہوگی۔ اس وجہ حصر سے ہر ایک کی تعریف بھی معلوم ہوگئی، تبائن کہتے ہیں کوئی کلی دوسری کلی کے کسی فرد پر صادق نہ آئے جیسے انسان اور پتھر۔ عموم خصوص من وجہ کہتے ہیں ہر کلی دوسری کلی کے بعض افراد پر صادق آئے۔ جیسے حیوان اور ابیض۔ تساوی کہتے ہیں ہر کلی دوسری کلی کے ہر ہر فرد پر صادق آئے جیسے انسان اور ناطق۔ عموم خصوص مطلق کہتے ہیں ایک کلی دوسری کلی کے تمام افراد پر صادق آئے جبکہ دوسری کلی پہلی کلی کے بعض افراد پر صادق آئے، جیسے حیوان اور انسان، حیوان انسان کے تمام افراد پر صادق ہے جبکہ انسان حیوان کے بعض افراد پر صادق ہے۔

ومرجعُ التبائنِ الی سالبتین کلیین نحو لاشئیَ من الانسانِ بحجرٍ ولاشئیَ من الحجرِ بانسانٍ ومرجعُ العمومِ والخصوصِ مطلقاً الی موجبةٍ کلیةٍ موضوعُهاالاخصُّ ومحمولُها الاعمُّ وسالبةٍ جزئیةٍ موضوعُها الاعمُّ ومحمولُها الاخصُّ نحو کلُّ انسانٍ حیوانٌ وبعضُ الحیوانِ لیسَ بانسانٍ ومرجعُ العمومِ والخصوصِ من وجهٍ الی موجبةٍ جزئیةٍ وسالبتین جزئیتینِ نحوبعضُ الحیوانِ ابیضُ وبعضُ الحیوانِ لیس بابیضَ وبعضُ الابیض لیس بحیوانٍ .

ترجمہ : اورتبائن کا مرجع دوسالبہ کلیہ ہیں جیسے کوئی انسان پتھرنہیں اورکوئی پتھرانسان نہیں اورعموم خصوص مطلق کا مرجع ایک موجبہ کلیہ ہے جس کا موضوع اخص اوراس کا محمول اعم ہواورایک سالبہ جزئیہ جس کا موضوع اعم اوراس کا محمول اخص ہوجیسے ہرانسان حیوان ہےاوربعض حیوان انسان نہیں اورعموم خصوص من وجہ کا مرجع ایک موجبہ جزئیہ اوردوسالبہ جزئیہ ہیں جیسے بعض حیوان ابیض ہیں بعض حیوان ابیض نہیں اوربعض ابیض حیوان نہیں۔

﴿تشریح﴾ فمرجع التبائن الخ : ۔یہاں سے چاروں نسبتوں کا مرجع وحاصل بیان کرتے ہیں،تبائن کلی کا مرجع دوسالبہ کلیہ ہیں، جیسے لاشئی من الانسان بحجر اور لاشئی من الحجر بانسان ۔عموم خصوص مطلق کا مرجع دوقضیے ہیں، ایک موجبہ کلیہ جس کا موضوع خاص اورمحمول عام ہوجیسےکل انسان حیوان اور دوسرا سالبہ جزئیہ جس کا موضوع عام اورمحمول خاص ہوجیسےبعض الحیوان لیس بانسان۔اورعموم خصوص من وجہ کا مرجع ایک موجبہ جزئیہ اوردوسالبہ جزئیہ ہیں،موجبہ جزئیہ کی مثال جیسےبعض الحیوان ابیض ،سالبہ جزئیہ نمبر۱ جیسےبعض الحیوان لیس بابیض اورسالبہ جزئیہ نمبر۲ جیسےبعض الابیض لیس بحیوان۔

قولُه ونقیضاهما کذالِکَ یَعْنِی انَّ نقیضَیِ المتساویین ایضاً متَسَاوِیَانِ ای کلُّ ماصَدَقَ علیه احدُ النقیضینِ صَدَقَ علیه النقیضُ الآخَرُاذ لو صَدَقَ احدُهما بدونِ الآخَرِ لَصَدَقَ مع عینِ الاخَرِ ضرورةَ استحالةِ ارتفاعِ النقیضینِ فیَصدُقُ عینُ الآخَرِ بدُونِ عینِ الاولِ ضرورةَ استحالةِ اجتماعِ النقیضینِ وهذا یَرفَعُ التساوِیَ بینَ العینین مثلاً لوصَدَقَ اللاانسانُ علی شئیٍ ولم یَصدُقْ علیه اللاناطِقُ فیَصدُقُ علیه الناطِق هٰهُنا بدونِ الانسانِ هذا خُلْفٌ .

ترجمہ :. اوران کی نقیضین اسی طرح ہیں،یعنی متساویین کی نقیضیں بھی متساوی ہوتی ہیں یعنی ہروہ چیز جس پرایک کی نقیض صادق آئے اس پردوسری نقیض بھی صادق آئے گی اس لیے کہ اگران میں سے ایک صادق آئے دوسری کے بغیرتو صادق آئے گی وہ دوسری کے عین کے ساتھ بوجہ بدیہی ہونے ارتفاع نقیضین کے محال ہونے کے پس دوسرے کا عین صادق آئیگا پہلے کے عین کے بغیر بوجہ بدیہی ہونے کے اجتماع نقیضین کے محال ہونے کے اور یہ اٹھادیتاہے عینین کے درمیان تساوی کومثلا اگر

لا انسان صادق آئے کسی شئی پر اور اس پر لا ناطق صادق نہ آئے تو اس پر ناطق صادق آئیگا یہاں پر بغیر انسان کے، یہ خلاف مفروض ہے۔

﴿تشریح﴾ یعنی الخ :. متن کی وضاحت کرتے ہیں کہ متساویین کی نقیضوں کے درمیان بھی تساوی کی نسبت ہوتی ہے یعنی ہر وہ شئی جس پر متساویین میں سے ایک کی نقیض صادق آئے اس پر دوسری کی نقیض بھی صادق آئے گی اس لیے کہ اگر اس پر دوسری کی نقیض صادق نہ آئے تو دوسری کا عین صادق ہوگا، کیونکہ اگر نقیض بھی صادق نہ ہو اور عین بھی تو یہ ارتفاع نقیضین ہوگا جو کہ محال ہے، اور جب پہلی کی نقیض صادق ہے تو اس کا عین صادق نہ ہوگا کیونکہ اگر نقیض بھی صادق ہو اور عین بھی تو یہ اجتماع نقیضین ہے جو کہ محال ہے، پس اس سے عینین کے درمیان بھی تساوی کی نسبت باقی نہیں رہے گی، مثلا جس پر لا انسان صادق ہے اس پر لا ناطق بھی صادق ہوگا کیونکہ اگر لا ناطق صادق نہ ہو تو ناطق صادق ہوگا اس لیے کہ اگر ناطق بھی صادق نہ ہو اور لا ناطق بھی صادق نہ ہو تو ارتفاع نقیضین ہوگا جو کہ محال ہے، اور پہلی جانب جب لا انسان صادق ہے تو انسان صادق نہ ہوگا، کیونکہ اگر انسان بھی صادق ہو اور لا انسان بھی صادق ہو تو اجتماع نقیضین ہوگا جو کہ محال ہے، پس اس وقت ناطق صادق ہوگا انسان کے بغیر، اور یہ خلاف مفروض اور محال ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ متساویین کی نقیضوں کے درمیان بھی تساوی کی نسبت ہوتی ہے۔

قولہ ونقیضاھُما بالعکسِ ای نقیضُ الاعمِّ والاخصّ مطلقاً اعمُّ واخصُّ مطلقا لکن بعکسِ العینینِ فنقیضُ الاعمّ اخصُّ ونقیضُ الاخصِّ اعمُّ یعنی کلُّ ما صدَقَ علیہ نقیضُ الاعمِّ صدقَ علیہ نقیضُ الاخصِّ ولیس کلُّ ما صَدَقَ علیہ نقیضُ الاخصّ صدَقَ علیہ نقیضُ الاعمِّ .

ترجمہ : مصنف کا قول ونقیضاھما بالعکس، یعنی اعم اور اخص مطلق کی نقیض اعم واخص مطلق ہوتی ہے لیکن عینین کے عکس کے ساتھ پس اعم کی نقیض اخص ہوتی ہے اور اخص کی نقیض اعم ہوتی ہے یعنی ہر وہ چیز جس پر اعم کی نقیض صادق آئے اس پر اخص کی نقیض صادق آئے گی اور نہیں ہے یہ بات کہ ہر وہ چیز جس پر اخص کی نقیض صادق آئے اس پر اعم کی نقیض صادق آئے۔

﴿تشریح﴾ ای نقیض الاعم الخ :۔ یہاں سے متن کی وضاحت کرتے ہیں کہ عموم خصوص مطلق کی نقیضوں میں بھی عموم خصوص مطلق کی نسبت ہوتی ہے لیکن عینین کے عکس کے ساتھ، لہذا اعم کی نقیض اخص ہوتی ہے اور اخص کی نقیض اعم ہوتی ہے۔ پس یہاں دو دعوے ہیں (۱) جہاں اعم کی نقیض صادق آئے گی وہاں اخص کی نقیض بھی صادق آئے گی (۲) جہاں اخص کی نقیض صادق آئے وہاں اعم کی نقیض کا صادق آنا ضروری نہیں۔

اَمَّا الاوَّلُ فِلانَّہ لو صَدَقَ نقیضُ الاعمِّ علی شئیٍ بدونِ نقیضِ الاخصّ لصدَقَ مَعَ عینِ الاخَصّ فیصُدُقُ

عینُ الاخصِّ بدونِ عینِ الاعمِّ هذ اخُلْفٌ مثلًا لو صَدَقَ اللاحیوانُ علی شئی بدونِ اللاانسانِ لَصَدَقَ علیہ الانسانُ عینُہ ویمتَنِعُ هناکَ صِدْقُ الحیوانِ لاِستِحَالَۃِ اجتماعِ النقیضینِ فیَصْدُقُ الانسانُ بدونِ الحیوانِ .

ترجمہ : بہرحال پہلا دعوی پس اس لیے کہ اگر اعم کی نقیض صادق آئے کسی شی پر بغیر اخص کی نقیض کے تو وہ صادق آئے گی اخص کے عین کے ساتھ پس صادق آئیگا اخص کا عین اعم کے عین کے بغیر یہ خلاف مفروض ہے۔مثلا اگر لاحیوان صادق آئے کسی شئی پر بغیر انسان کے تو اس پر انسان یعنی اس کا عین صادق آئیگا اور ممتنع ہوگا وہاں حیوان کا صادق آنا بوجہ اجتماع نقیضین کے محال ہونے کے پس انسان صادق آئیگا بغیر حیوان کے۔

﴿تشریح﴾ اما الاول الخ :۔ یہاں سے پہلے دعوی کی دلیل بیان کرتے ہیں کہ جہاں اعم کی نقیض صادق آئے وہاں اخص کی نقیض صادق آئے گی اس لیے کہ اگر اخص کی نقیض صادق نہ آئے تو اخص کا عین صادق آئیگا ، کیونکہ اگر اخص کی نقیض بھی صادق نہ ہو اور اس کا عین بھی صادق نہ ہو تو یہ ارتفاع نقیضین ہے جو کہ محال ہے، اور پہلی جانب جب اعم کی نقیض صادق ہے تو اس کا عین صادق نہ ہوگا ، کیونکہ اگر اعم کا عین بھی صادق ہو اور اس کی نقیض بھی صادق ہو تو یہ اجتماع نقیضین ہے جو کہ محال ہے، پس اخص کا عین اعم کے عین کے بغیر صادق آئیگا جو کہ محال اور خلاف مفروض ہے۔مثلا جس پر لاحیوان صادق ہو اس پر لا انسان بھی ضرور صادق ہوگا ،اس لیے کہ اگر لا انسان صادق نہ ہو تو انسان صادق ہوگا ورنہ ارتفاع نقیضین لازم آئیگا جو کہ محال ہے،اور جب لاحیوان صادق ہے تو حیوان صادق نہ ہوگا کیونکہ اگر حیوان اور لاحیوان دونوں صادق ہوتو یہ اجتماع نقیضین ہے جو کہ محال ہے، پس یہاں انسان صادق آیا حیوان کے بغیر ، اور یہ خلاف مفروض اور محال ہے۔اس سے ثابت ہوا کہ جہاں اعم کی نقیض صادق ہو وہاں اخص کی نقیض بھی صادق ہوگی۔

واَمَّا الثانِی فِلانَّہ بعدَ ماثَبَتَ انَّ کلَّ نقیضِ الاعم نقیضُ الاخصِّ لو کان کلُّ نقیضِ الاخصِّ نقیضَ الاعمِّ فکَانَ النقیضانِ متساویینِ فیکونُ نقیضاھُما وھما العیننانِ متساویینِ لِمَا مَرَّ وقد کانَ العینانِ اعمَّ واخصَّ مطلقاً ھذ ا خلفٌ

ترجمہ : اور بہرحال دوسرا دعوی پس اس لیے کہ بعد اس کے جب ثابت ہوگیا کہ ہر نقیض اعم نقیض اخص ہے،اگر ہر نقیض اخص نقیض اعم ہو تو دونوں نقیضیں متساوی ہوجائینگی پس ان کی نقیضیں جو کہ عینین ہیں متساوی ہونگی اس دلیل کی وجہ سے جو گزری حالانکہ عینین اعم اور اخص مطلق تھے، یہ خلاف مفروض ہے۔

﴿تشریح﴾ واما الثانی الخ :۔ یہاں سے دوسرے دعوی کی دلیل بیان کرتے ہیں کہ ضروری نہیں کہ جہاں اخص کی نقیض

صادق آئے وہاں اعم کی نقیض بھی صادق آئے ،اس لیے کہ یہ ثابت ہو چکا ہے کہ جہاں اعم کی نقیض صادق ہوگی وہاں اخص کی نقیض صادق ہوگی ،اب اگر یہ کہا جائے کہ جہاں اخص کی نقیض صادق ہو وہاں اعم کی نقیض صادق ہوگی تو اس صورت میں ان دونوں نقیضوں کے درمیان تساوی کی نسبت ہو جائیگی ،جب نقیضین کے درمیان تساوی کی نسبت ہوگی تو ان کی نقیضوں جو کہ عینین ہیں ،ان کے درمیان بھی تساوی کی نسبت ہوگی اس لیے کہ ہم جانتے ہیں کہ متساویین کی نقیضوں کے درمیان بھی تساوی کی نسبت ہوتی ہے، یہ خلاف مفروض ہے، پس ثابت ہوا کہ ضروری نہیں جہاں اخص کی نقیض صادق ہو وہاں اعم کی نقیض بھی صادق ہوگی ۔

قولـه والافـمِـنْ وجـهٍ ای وان لـم یتَـصَـادَقا کُلِّیاً من الجانبینِ اومِنْ جانبٍ واحدٍ قولُه تبائنٌ جزئیٌ التبائنُ الجزئیُّ ھو صِدْقُ کلٍّ من الکلیین بدونِ الآخَرِ فی الجُملَۃِ فان صَدَقَا ایضاً معاً کان بینَھما عمومٌ من وجهٍ وان لـم یَصْـدُقَـا مـعاً اصلًا کان بینھَما تبائنٌ کلیٌّ فالتبائنُ الجزئیُّ یتحقَّقُ فی ضمنِ العموم من وجهٍ وفی ضمن التبائنِ الکلیّ ایضاً

ترجمه : مصنف کا قول والافمن وجہ یعنی اگر ان دونوں میں تصادق کلی نہ ہو جانبین سے یا جانب واحد سے ،مصنف کا قول تبائن جزئی ،تبائن جزئی وہ صادق آنا ہے ہر کلی کا دوسری کلی کے بغیر فی الجملہ، پس اگر دونوں صادق آئیں اکٹھے تو ان کے درمیان عموم خصوص من وجہ کی نسبت ہوگی اور اگر دونوں صادق نہ آئیں اکٹھے تو ان کے درمیان تبائن کلی ہوگا پس تبائن جزئی متحقق ہوتی ہے عموم خصوص من وجہ کے ضمن میں اور تبائن کلی کے ضمن میں بھی ۔

﴿تشریح﴾ ای وان لم الخ :. یہاں سے متن کی وضاحت کرتے ہیں کہ اگر دونوں کلیوں میں تصادق نہ ہو، نہ جانبین سے اور نہ جانب واحد سے تو ان کے درمیان عموم خصوص من وجہ کی نسبت ہوگی ۔

التبـائـن الـجزئی الخ :۔مصنف کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ جن کلیوں کے درمیاں عموم وخصوص من وجہ کی نسبت ہوگی ان کی نقیضوں کے درمیان تبائن جزئی کی نسبت ہوتی ہے، یہاں سے شارح تبائن جزئی کی وضاحت کرتے ہیں کہ تبائن جزئی کا مطلب ہے ہر کلی دوسری کلی کے بغیر پائی جائے فی الجملہ، پس اگر دونوں نقیضیں اکٹھے صادق ہوں تو ان کے درمیاں عموم خصوص من وجہ ہوگا ،اور اگر دونوں اکٹھے صادق نہ ہوں تو ان کے درمیان تبائن کلی ہوگا ،پس تبائن جزئی کبھی عموم خصوص من وجہ کے ضمن میں متحقق ہوتا ہے اور کبھی تبائن کلی کے ضمن میں ،تو اب مطلب یہ ہوا کہ متبائنین کی نقیضوں کے درمیان کبھی عموم خصوص من وجہ کی نسبت ہوتی ہے اور کبھی تبائن کی نسبت ہوتی ہے

ثم الامرینِ الذین بینھما عمومٌ من وجهٍ قد یکون بینَ نقیضیھِما العمومُ من وجهٍ ایضا کالحیوانِ والابیضِ فان بینھما عموماً من وجهٍ وبین نقیضیھما وھما اللاحیوان والابیض ایضا عموماً من وجهٍ وقد یکون بین

نقیضیهما تبائنٌ کلیٌّ کالحیوان واللاانسان فان بینهما عموماً من وجهٍ وبین نقیضیهما وهما اللاحیوانُ والانسانُ مبائنةً کلیةً فلهذا قالوا اِنَّ بین نقیضَیِ الاعمِّ والاخصِّ من وجهٍ تبائنًا جزئیاً لاالعمومَ من وجهٍ فقط ولاالتبائنَ الکلیَّ فقط.

ترجمہ : پھر وہ دوکلیاں جن کے درمیان عموم خصوص من وجہ ہو کبھی ان کی نقیضوں کے درمیان بھی عموم خصوص من وجہ ہوتا ہے جیسے حیوان اور ابیض، اس لیے کہ ان کے درمیان عموم خصوص من وجہ کی نسبت ہے اور ان کی نقیضوں کے درمیان بھی جو کہ لاحیوان اور لاابیض ہیں، عموم خصوص من وجہ کی نسبت ہے، اور کبھی ان کی نقیضوں کے درمیان تبائن کلی ہوتا ہے جیسے حیوان اور لاانسان اس لیے کہ ان کے درمیان عموم خصوص من وجہ کی نسبت ہے اور ان کی نقیضوں کے درمیان جو کہ لاحیوان اور انسان ہیں، تبائن کلی ہے۔اسی وجہ سے مناطقہ نے کہا کہ اعم اور اخص من وجہ کی نقیضوں کے درمیان تبائن جزئی ہوتا ہے نہ کہ صرف عموم خصوص من وجہ اور نہ صرف تبائن کلی۔

﴿تشریح﴾ ثم ان الامرین الخ :۔اعم اخص من وجہ کی نقیضوں کے درمیان تبائن جزئی ہوتا ہے، یعنی کبھی ان کی نقیضوں کے درمیان عموم خصوص من وجہ کی نسبت ہوتی ہے اور کبھی تبائن کی، شارح یہاں سے اس کی مثالیں ذکر کرتے ہیں، ان کی نقیضوں کے درمیاں عموم خصوص من وجہ ہو اس کی مثال جیسے حیوان اور ابیض، ان کے درمیان عموم خصوص من وجہ کی نسبت ہے ان کی نقیضوں جو کہ لاحیوان اور لاابیض ہیں کے درمیان بھی عموم خصوص من وجہ کی نسبت ہے، یعنی یہاں بھی تین مادے ہونگے، ایک مادہ اجتماعی اور دو مادے افتراقی، مادہ اجتماعی کہ لاحیوان بھی ہو اور لاابیض بھی جیسے سیاہ پتھر، مادہ افتراقی نمبر ایک کہ لاحیوان ہو لاابیض نہ ہو جیسے سفید پتھر، مادہ افتراقی نمبر دو کہ لاابیض ہو لاحیوان نہ ہو جیسے سیاہ حیوان (مثلاً بھینس)۔اور ان کی نقیضوں کے درمیان تبائن کی نسبت ہو جیسے حیوان اور لاانسان، اب ان میں تو عموم خصوص من وجہ کی نسبت ہے یعنی ایک مادہ اجتماعی ہوگا اور دو مادے افتراقی، مادہ اجتماعی کہ حیوان بھی ہو اور لاانسان بھی جیسے فرس، مادہ افتراقی نمبر ایک کہ حیوان ہو لاانسان نہ ہو جیسے زید، مادہ افتراقی نمبر دو کہ لاانسان ہو حیوان نہ ہو جیسے پتھر۔لیکن ان کی نقیضوں جو کہ لاحیوان اور انسان ہیں ، کے درمیان تبائن کی نسبت ہے۔کیوں کہ کوئی لاحیوان انسان نہیں اور کوئی انسان لاحیوان نہیں۔

فلهذا قالوا الخ :. یہ ماقبل کی تفریع ہے، کہ چونکہ اعم اخص من وجہ کی نقیضوں کے درمیان کبھی عموم خصوص من وجہ ہوتا ہے اور کبھی تبائن کلی، اسی لیے منطقی کہتے ہیں کہ اعم اخص من وجہ کی نقیضوں کے درمیان تبائن جزئی ہوتا ہے، اس لیے کہ تبائن جزئی دونوں کو شامل ہے،

قوله کالمتَبائنِین ای کما انَّ بینَ نقیضَیِ الاعمِّ والاخصِّ من وجهٍ مبائنةً جزئیةً کذالک بینَ نقیضَیِ

المتبائنین تبائنٌ جزئیٌ فانہ لما صَدَقَ کلٌ من العینینِ مع نقیضِ الآخَرِ صَدَقَ کلٌ منَ النقیضینِ معَ عینِ الآخَرِ فصَدَقَ کلٌ من النقیضینِ بدونِ الآخَرِ فی الجملۃِ وھو التبائنُ الجزئیُّ

ترجمہ : مصنف کا قول کالمتبائنین ،یعنی جس طرح اعم اخص من وجہ کی نقیضوں کے درمیان تبائن جزئی ہوتا ہے اسی طرح متبائنین کی نقیضوں کے درمیان بھی تبائن جزئی ہوتا ہے اس لیے کہ صادق ہے ہر عین دوسرے کی نقیض کے ساتھ تو صادق آئیگی ہر نقیض دوسری کے عین کے ساتھ پس صادق آئے گی ہر نقیض دوسری کے بغیر فی الجملہ اور یہی تبائن جزئی ہے

﴿تشریح﴾ **قولہ کالمتبائنین** :. مصنف کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ متبائنین کی نقیضوں کے درمیان بھی تبائن جزئی کی نسبت ہوتی ہے۔

ای کماان الخ :۔ یہ ایک سوال کا جواب ہے، کہ مصنف کا یہ قول وبین نقیضیھما تبائن جزئی کالمتبائنین کہنا صحیح نہیں، اس لیے کہ المتبائنین مشبہ بہ ہے، اور مشبہ بہ کا پہلے سے معلوم ہونا ضروری ہوتا ہے جبکہ یہاں یہ معلوم نہیں، اس لیے کہ ابھی تک یہ بات نہیں گزری کہ متبائنین کی نقیضوں کے درمیان تبائن جزئی کی نسبت ہوتی ہے اس کا جواب دیا کہ یہاں تشبیہ مقلوب ہے، اس کا مطلب ہے کہ جو مشبہ ہے اس کو مشبہ بہ بنادیا جائے اور مشبہ بہ کو مشبہ بنادیا جائے ،پس اعم اخص من وجہ مشبہ بہ ہے اور المتبائنین مشبہ ہے، مطلب یہ ہے کہ جس طرح اعم اخص من وجہ کی نقیضوں کے درمیان تبائن جزئی کی نسبت ہوتی ہے اسی طرح متبائنین کی نقیضوں کے درمیان بھی تبائن جزئی کی نسبت ہوتی ہے۔

فانہ لما صدق الخ :۔ یہاں سے اس بات کی دلیل بیان کرتے ہیں کہ متبائنین کی نقیضوں کے درمیان تبائن جزئی کی نسبت ہوتی ہے جسکا حاصل یہ ہے کہ متبائنین میں ہر عین دوسرے کے بغیر صادق آتا ہے جب متباتنین میں ہر عین دوسرے کے بغیر صادق آتا ہے تو ہر عین دوسرے کی نقیض کے ساتھ پایا جائیگا کیونکہ اگر وہ دوسرے کے عین کیساتھ بھی صادق نہ ہوا اور اس کی نقیض کے ساتھ بھی صادق نہ ہو تو ارتفاع نقیضین لازم آئے گا جو کہ محال ہے، جب ہر عین دوسری کی نقیض کے ساتھ صادق آئیگا تو ہر نقیض دوسرے کے عین ساتھ صادق ہوگی، لہذا ہر نقیض دوسری نقیض کے بغیر پائی جائیگی فی الجملہ، اور یہی تبائن جزئی ہے، پس معلوم ہوا کہ متبائنین کی نقیضوں کے درمیان تبائن جزئی کی نسبت ہوتی ہے۔

ثم انہ قد یتحَقَّقُ فی ضمنِ التبائنِ الکلیّ کالموجودِ والمعدومِ فانَّ بین نقیضیھما وھما اللاموجودُ واللامعدومُ ایضا تبائناً کلیاً وقد یَتحقَّقُ فی ضمنِ العمومِ من وجہٍ کالانسانِ والحجرِ فان بینَ نقیضیھما وھما اللاانسانُ واللاحجرُ عموماً من وجہٍ ولذا قالوا ان بینَ نقیضیھما مبائنۃً جزئیۃً حتی یصِحَّ فی الکلِّ

ترجمہ : پھر بے شک یہ تبائن جزئی کبھی متحقق ہوتی ہے تبائن کلی کے ضمن میں جیسے موجود اور معدوم اس لیے کہ ان کی نقیضوں

کے درمیان جوکہ لاموجوداور لامعدوم ہیں،بھی تبائن کلی ہےاورکبھی یہ متحقق ہوتی ہےعموم خصوص من وجہ کے ضمن میں جیسے انسان اورحجراس لیے کہ ان کی نقیضوں کے درمیان جوکہ لاانسان اورلاحجر ہیں عموم خصوص من وجہ ہے،اسی وجہ سے منطقیوں نے کہا کہ ان کی نقیضوں کےدرمیان تبائن جزئی ہوتا ہے تاکہ تمام میں درست ہوجائے۔

﴿تشریح﴾ ثم انه قد الخ :۔متبائنین کی نقیضوں کےدرمیان تبائن جزئی ہوتا ہے،یہاں سےشارح اس کی مثالیں بیان کرتے ہیں،حاصل یہ ہے کہ تبائن جزئی کبھی تبائن کلی کے ضمن میں ثابت ہوتا ہےاورکبھی عموم خصوص من وجہ کے ضمن میں،تبائن کلی کے ضمن میں ہوجیسے موجوداورمعدوم،ان کی نقیضین لامعدوم اورلاموجود ہیں ان کے درمیان بھی تبائن کلی کی نسبت ہے،اور عموم خصوص من وجہ کے ضمن میں ہواس کی مثال جیسے انسان اورحجر،ان میں تبائن ہے،ان کی نقیضیں لاانسان اورلاحجر ہیں،ان کے درمیان عموم خصوص من وجہ کی نسبت ہے،یعنی یہاں تین مادے ہونگے ایک مادہ اجتماعی اوردومادےافتراقی،مادہ اجتماعی کہ لاانسان بھی ہولاحجر بھی جیسے درخت،مادہ افتراقی نمبرایک کہ لاانسان ہولاحجر نہ ہوجیسے پتھر،اور مادہ افتراقی نمبردوکہ لاانسان نہ ہولاحجر ہوجیسے زید۔

ولـذا قالوا الخ :۔یہ ماقبل پرتفریع ہے کہ چونکہ تبائن جزئی کبھی تبائن کلی کے ضمن میں پایاجاتا ہےاورکبھی عموم خصوص من وجہ کے ضمن میں،اسی لیے مناطقہ کہتے ہیں کہ متبائنین کی نقیضوں کے درمیان تبائن جزئی کی نسبت ہے،یہ نہیں کہتے کہ ان کی نقیضوں کے درمیان تبائن کی نسبت ہے یاعموم خصوص من وجہ کی نسبت ہے،تاکہ تبائن جزئی دونوں صورتوں کوشامل ہوجائے ۔۔۔آگےشارح نے کہاہذا،اس کا مطلب ہےخذ ہذا،(یہ سمجھ لو)

اِعلَمْ ایضا اَنَّ المصنفَ اَخَّرَ ذکرَ نقیضیِ المتبائنینِ بوجهینِ الاوَّلُ قصدُ الاختصارِبقیاسِه علی نقیضِ الاعم والاخصّ من وجهٍ والثانی انَّ تصورَ التبائنِ الجزئیِ من حیثُ انه مجردٌ عن خصوصِ فردیهِ موقوفٌ علی تصورِ فردیهِ الذین هما العمومُ من وجهٍ والتبائنُ الکلیُّ فقبلَ ذِکْرِ فردیهِ کلیهِما لایَتَاتّٰی ذکرُه .

ترجمہ : اورجان تونیزکہ مصنف نے موخرکیا متبائنین کی نقیضوں کے ذکرکودووجھوں سے پہلی وجہ ارادہ کرنا ہےاختصارکااس کو قیاس کرتے ہوئے اعم اخص من وجہ کی نقیضوں پراوردوسری یہ کہ تبائن جزئی کا تصوراس حیثیت سے کہ وہ مجردھواپنے دونوں فرد وں کی خصوصیت سےموقوف ہےاس کے دونوں فردوں کےتصور پرجوکہ عموم خصوص من وجہ اورتبائن کلی ہیں پس اس کے دونوں فردوں کے ذکرسے پہلے تبائن جزئی کا ذکرحاصل نہیں ہوسکتا۔

﴿تشریح﴾

اعلم الخ :. یہ ایک سوال کا جواب ہےسوال کی تقریر یہ ہے کہ اس کی کیاوجہ کہ مصنف نے جب متساویین،اعم اخص

مطلق اور اعم اخص من وجہ کے عینین کو ذکر کیا تو ساتھ ہی ان کی نقیضوں کے درمیان نسبت کو بھی بیان کر دیا، جبکہ متبائنین کی نقیضوں کے درمیان نسبت کو ان کے عینین کے ذکر کے ساتھ بیان نہیں کیا بلکہ سب سے آخر میں ذکر کیا؟ اس کا جواب دیا کہ مصنف نے متبائنین کی نقیضوں کے درمیان نسبت کو آخر میں ذکر کیا دو وجہوں سے، پہلی وجہ یہ ہے تا کہ اختصار حاصل ہو جائے وہ اس طرح کہ مصنف اعم اخص من وجہ کی نقیضوں کے درمیان نسبت کو بیان کیا اور متبائنین کی نقیضوں کو اس پر قیاس کر لیا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ متبائنین کی نقیضوں کے درمیان تبائن جزئی کی نسبت ہوتی ہے، اور تبائن جزئی کا سمجھنا موقوف ہے اسکے دونوں فردوں عموم خصوص من وجہ اور تبائن کلی کے سمجھنے پر، اسی لیے مصنف نے پہلے اس کے دونوں فردوں کو ذکر کیا پھر اس کے بعد متبائنین کی نقیضوں کے درمیان نسبت تبائن جزئی کو ذکر کیا۔

متن : وقد يُقَالُ الجزئيُّ لِلاخصِّ من الشئی وهو اعمُّ

اور کبھی جزئی کا اطلاق اس چیز پر ہوتا ہے جو کسی شئی سے اخص ہو اور وہ اعم ہے۔

قولُه وقد يقالُ الخ يعنِی انَّ لفظَ الجزئيِّ كما يُطلَقُ على المفهومِ الذی يَمتَنِعُ ان يجُوزَ صِدقُه على كثيرينَ كذالک يُطلَقُ على الاخصِّ من شئٍ فعلَى الاوَّلِ يُقيَّد بقيدِ الحقيقيّ وعلى الثانِی بالاضافيّ والجزئيُّ بالمعنَى الثانِی اعمُّ منه بالمعنَى الاوَّلِ اذ كلُّ جزئيٍ حقيقيٍ فهو مندَرِجٌ تحتَ مفهومٍ عامٍ واقلُّه المفهومُ والشئُ والامرُ ولاعكسَ اذ الجزئيُّ الاضافيُّ قد يكونُ كلياً كالانسانِ بالنسبةِ الى الحيوانِ

ترجمہ : مصنف کا قول وقد یقال الخ، یعنی جزئی کا لفظ جس طرح بولا جاتا ہے اس مفہوم پر کہ ممتنع ہو کہ جائز ہو اس کا کثیرین پر صادق آنا اسی طرح یہ بولا جاتا ہے اس چیز پر جو کسی شئی سے خاص ہو پس پہلی تقدیر پر اس کو مقید کیا جاتا ہے حقیقی کی قید کے ساتھ اور دوسری تقدیر پر اضافی کی قید کے ساتھ، اور جزئی بالمعنی الثانی اعم ہے جزئی بالمعنی الاول سے اس لیے کہ ہر جزئی حقیقی پس وہ داخل ہوتی ہے مفہوم عام کے تحت، اور وہ عام کم از کم مفہوم، شئی اور امر ہے اور اس کا عکس نہیں اس لیے کہ جزئی اضافی کبھی کلی ہوتی ہے جیسے انسان حیوان کے لحاظ سے۔

﴿تشریح﴾ **یعنی الخ** :۔ یہاں سے متن کی وضاحت کرتے ہیں کہ جزئی کا اطلاق دو چیزوں پر ہوتا ہے، (۱) وہ مفہوم جس کا صدق علی کثیرین ممتنع ہو (۲) وہ چیز جو کسی عام کے تحت داخل ہو، پہلی کا نام جزئی حقیقی اور دوسری کا نام جزئی اضافی رکھا جاتا ہے۔

والجزئی بالمعنی الثانی الخ :۔ یہاں سے جزئی حقیقی اور جزئی اضافی کے درمیان نسبت بیان کرتے ہیں کہ ان کے درمیان عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے، جزئی حقیقی خاص ہے اور جزئی اضافی عام ہے، ہر جزئی حقیقی جزئی اضافی ہوگی لیکن ہر

جزئی اضافی جزئی حقیقی نہیں ہوگی ہر جزئی حقیقی جزئی اضافی اس لیے ہوگی کہ ہر جزئی حقیقی عام کے تحت داخل ہوتی ہے، جیسے زید، یہ جزئی حقیقی بھی ہے اور جزئی اضافی بھی اس لیے کہ انسان کے تحت داخل ہے جو کہ عام ہے۔ ہر جزئی اضافی جزئی حقیقی اس لیے نہیں ہوتی کہ جزئی اضافی کبھی کلی بھی ہوتی ہے جیسے انسان، یہ جزئی اضافی ہے اس لیے کہ یہ حیوان کے تحت داخل ہے جو کہ عام ہے اور انسان کلی ہے، لہذا یہ جزئی حقیقی نہیں۔

واقله الخ : یہ ایک سوال کا جواب ہے کہ ہم تسلیم نہیں کرتے کہ ہر جزئی حقیقی عام کے تحت داخل ہوتی ہے، اس لیے کہ ذات باری تعالی جزئی حقیقی ہے لیکن کسی عام کے تحت داخل نہیں اس کا جواب دیا کہ ذات باری تعالی کم از کم مفہوم، شئی اور امر کے تحت داخل ہے اور مفہوم، امر اور شئی عام ہیں۔

ولَکَ انْ تَحمِلَ قولَه وهو اعمُّ علی جوابِ سوالٍ مقدرٍ کَانَّ قائلًا یقولُ الاخصُّ علی ماعُلِمَ سابِقًا هو الکلیُّ الذی یَصدُقُ علیه کلیٌّ آخَرُ صدقًا کلیًا ولا یصدُقُ هو علی ذالکَ الآخَرِ کذالک والجزئیُّ الاضافیُّ لایلزَمُ ان یکون کلیًا بل قد یکونُ جزئیًا حقیقیاً فتفسیرُ الجزئیّ الاضافِیّ بالاخصِّ بهذَا المعنٰی تفسیرٌ بالاخصِّ فاجَابَ بقولِه وهو اعمُّ ای الاخصُّ المذکورُ ههنا اعمُّ من المعلومِ سابقاً آنفاً ومنه یُعلَمُ ان الجزئیَّ بهذالمعنٰی اعمُّ من الجزئیِّ الحقیقیِّ فیُعلَمُ بیانُ النسبةِ التزامًا وهذا من فوائدِ بعضِ مشائخِنا

ترجمہ : اور تیرے لیے جائز ہے کہ تو محمول کرے مصنف کے قول وہواعم کو ایک سوال مقدر کے جواب پر، گویا کہنے والا یہ کہتا ہے کہ اخص جیسا کہ پہلے معلوم ہو چکا ہے، وہ کلی ہے جس پر دوسری کلی صادق آئے صدق کلی کے ساتھ اور یہ صادق نہ آئے اس پر اس طرح، اور جزئی اضافی لازم نہیں کہ وہ کلی ہو بلکہ کبھی وہ جزئی حقیقی ہوتی ہے پس جزئی اضافی کی تفسیر اس معنی والے اخص کے ساتھ تفسیر ہے اخص کے ساتھ تو اس کا جواب دیا اپنے اس قول وہواعم کے ساتھ یعنی وہ اخص جو یہاں مذکور ہے عام ہے اس اخص سے جو پہلے ابھی معلوم ہو چکا ہے اور اس سے معلوم ہوا کہ جزئی اس معنی کے ساتھ عام ہے جزئی حقیقی سے پس معلوم ہوا نسبت کا بیان التزامی طور پر، اور یہ ہمارے بعض مشائخ کے فوائد میں سے ہے۔

﴿تشریح﴾ ولک ان تحمل الخ : ۔ یہاں سے شارح مصنف کے قول وہواعم کی دوسری تقریر کرتے ہیں، اس کی پہلی تقریر تو گزر چکی ہے کہ ہو ضمیر کا مرجع جزئی بالمعنی الثانی ہے، مطلب یہ ہے کہ جزئی بالمعنی الثانی یعنی جزئی اضافی عام ہے جزئی بالمعنی الاول یعنی جزئی حقیقی سے۔ یہاں سے دوسری تقریر ذکر کرتے ہیں کہ مصنف کا قول وہواعم ایک سوال مقدر کا جواب ہے، سوال کی تقریر یہ ہے کہ جزئی اضافی کی تعریف الاخص من الشئی کے ساتھ کرنا تعریف بالاخص ہے، (یعنی حد خاص ہے اور محدود عام ہے) اور تعریف بالاخص جائز نہیں ہوتی تعریف بالمساوی ضروری ہوتی ہے (یعنی حد اور محدود دونوں مساوی ہونے

چاہیں)۔ باقی یہ تعریف بالاخص اس طرح ہے کہ اخص کا معنی جیسے کہ ہم پڑھ چکے ہیں وہ کلی ہے جس کے تمام افراد پر دوسری کلی صادق آئے لیکن یہ دوسری کلی کے تمام افراد پر صادق نہ آئے، تو اخص اس معنی کے اعتبار سے کلی ہے، جب جزئی اضافی کی تعریف کی الاخص من الشئی کے ساتھ تو گویا اس کی تعریف ہوئی کلی کے ساتھ، حالانکہ جزئی اضافی ضروری نہیں کہ ہمیشہ کلی ہو بلکہ کبھی جزئی بھی ہوتی ہے، پس جزئی اضافی کی یہ تعریف، تعریف بالاخص ہوئی۔ (کیونکہ دیکھیں جزئی اضافی کبھی جزئی ہوتی ہے اور کبھی کلی جبکہ اخص ہمیشہ کلی ہوتی ہے تو حد خاص ہوئی اور محدود عام ہوا) اس کا جواب دیا کہ وہ اخص جو یہاں مذکور ہے (تعریف میں) یہ اس اخص سے عام ہے جو پیچھے گزرا، یہ اخص اس اخص کو بھی شامل ہے جو پیچھے گزرا اور اس کے غیر یعنی جزئی حقیقی کو بھی شام ہے۔ لہذا اب تعریف بالاخص نہ ہوئی بلکہ تعریف بالمساوی ہوئی۔

ومنـــه يعلم الخ:۔ یہاں سے ایک فائدہ بیان کرتے ہیں کہ اس دوسری تقریر سے جزئی اضافی اور جزئی حقیقی کے درمیان التزاماً نسبت بھی معلوم ہوگئی کہ ان کے درمیان عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے، جزئی حقیقی اخص ہے اور جزئی اضافی اعم ہے،

متن: الكلياتُ خمسٌ

کلیات پانچ ہیں

قولـه الـكـليـات اى الـكـليـاتُ التـى لهاافرادٌ بحسبِ نفسِ الامرِ فى الذهنِ اوفى الخارجِ منحَصِرةٌ فى خـمسةِ انـواع واَمَّـاالـكـليـاتُ الفرضيةُ التى لامِصْداقَ لها خارِجًا ولاذهنًا فلايتَعَلَّقُ بالبحثِ عنها غرضٌ يُعتَدُّبه

ترجمه:۔ مصنف کا قول الکلیات، یعنی وہ کلیات جن کے افراد ہیں نفس الامر کے اعتبار سے ذہن میں یا خارج میں، وہ منحصر ہیں پانچ قسموں میں اور بہر حال وہ کلیات جو فرضی ہیں جن کا کوئی مصداق نہیں خارج میں اور نہ ذہن میں پس متعلق نہیں ہے ان سے بحث کرنے سے کوئی معتد بہ غرض

﴿تشریح﴾ اى الـكـليات الخ :۔ مصنف کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ کلیات پانچ ہیں، جنس، نوع، فصل، خاصہ اور عرض عام۔ ای الکلیات سے شارح نے ایک سوال کا جواب دیا کہ کلیات کو پانچ میں منحصر کرنا ٹھیک نہیں اس لیے کہ لاممکن اور لاموجود بھی کلی ہیں حالانکہ یہ ان میں پانچ میں سے نہیں ہیں؟ اس کا جواب دیا کہ یہاں کلیات سے مراد وہ کلیات ہیں جن کے نفس الامر میں افراد پائے جاتے ہیں خواہ ذہن میں ہوں یا خارج میں، لاموجود اور لاممکن کا کوئی فرد نہیں، نہ ذہن اور نہ خارج میں، لہذا یہ کلیات میں داخل نہ ہونگے۔

و اما الکلیات الخ :۔ یہ ایک سوال کا جواب ہے کہ وہ کلیات فرضیہ جن کا کوئی فرد نہیں نہ خارج میں اور نہ ذہن میں، ان سے بحث کیوں نہیں کی جاتی ؟ اس کا جواب دیا کہ ایسی کلیات فرضیہ سے کوئی معتد بہ غرض متعلق نہیں ہوتی، اس لیے ان سے بحث نہیں کی جاتی۔

ثم الکلیُّ اذا نُسِبَ الی افرادِہ المحقَّقَۃِ فی نفسِ الامرِ فاِمَّا ان یکونَ عینَ حقیقۃِ تلک الافراد وھو النوعُ اوجزءَ حقیقتِھا فان کان تمامَ المشترکِ بینَ شئیٍ منھا وبین بعضٍ آخَرَ فھو الجنسُ والا فھو الفصلُ ویقالُ لِھذِہ الثلاثۃِ ذاتیاتٌ اوخارجًاعنھا ویقالُ لہ العرضیُّ فاِمَّاان یَختَصَّ بافرادِ حقیقۃٍ واحدۃٍ اولا یَختَصَّ فالاوَّلُ ھو الخاصۃُ والثانی ھو العرضُ العامُّ فھذادلیلُ انحصارِ الکلیّ فی الخمسۃِ

ترجمہ : پھر کلی جب منسوب ہو اپنے افراد کی طرف جو ثابت ہیں نفس الامر میں پس یا تو وہ اپنے افراد کی حقیقت کا عین ہوگی اور وہ نوع ہے یا ان کی حقیقت کا جزء ہوگی پس اگر وہ تمام مشترک ہو اس حقیقت کے کچھ افراد اور دوسرے بعض افراد کے درمیان تو وہ جنس ہے ورنہ پس وہ فصل ہے اور ان تینوں کو ذاتیات کہا جاتا ہے یا وہ اس حقیقت سے خارج ہوگی اور اس کو عرضی کہا جاتا ہے پس یا تو وہ مختص ہوگی ایک حقیقت کے افراد کے ساتھ یا مختص نہ ہوگی پس پہلی وہ خاصہ ہے اور دوسری وہ عرض عام ہے، پس یہ دلیل ہے کلی کے پانچ میں منحصر ہونے کی۔

﴿تشریح﴾ ثم الکلی الخ :۔ یہاں سے کلیات خمسہ کی وجہ حصر بیان کرتے ہیں کہ کلی کی جب اپنے افراد کی طرف نسبت کی جائے تو تین حال سے خالی نہیں، یا تو وہ اپنے افراد کی حقیقت کا عین ہوگی، یا جزء ہوگی یا اپنے افراد کی حقیت سے خارج ہوگی، اگر اپنے افراد کی حقیقت کا عین ہو تو وہ نوع ہے۔ اگر اپنے افراد کی حقیقت کا جزء ہو تو دو حال سے خالی نہیں، یا وہ جزء تمام مشترک ہوگا یا نہ ہوگا، اگر تمام مشترک ہو تو وہ جنس ہے اگر تمام مشترک نہ ہو تو وہ فصل ہے، ان تینوں نوع جنس اور فصل کو ذاتیات کہا جاتا ہے۔ اور اگر وہ اپنے افراد کی حقیقت سے خارج ہو تو دو حال سے خالی نہیں، یا ایک حقیقت کے افراد کے ساتھ خاص ہوگی یا نہیں، اگر ایک حقیقت کے افراد کے ساتھ خاص ہو تو وہ خاصہ ہے اور اگر ایک حقیقت کے افراد کے ساتھ خاص نہ ہو تو وہ عرض عام ہے، خاصہ اور عرض عام کو عرضیات میں سے شمار کیا جاتا ہے۔

تمام مشترک وہ جزء ہوتی ہے کہ دو ماہیتوں کے درمیان جتنے اجزاء مشترک ہیں، کوئی جزء اس جزء سے خارج نہ ہو۔ جیسے حیوان انسان اور فرس کے لیے تمام مشترک ہے، اس لیے کہ انسان اور فرس کے درمیان جتنے اجزاء مشترک ہیں مثلاً حساس اور متحرک بالارادہ، وہ سب حیوان کے تحت داخل ہیں، کوئی بھی اس سے باہر نہیں۔

متن: وهو المقولُ على كثيرينَ مختلفينَ بالحقائقِ في جوابِ ماهو فان كانَ الجوابُ عن الماهية وعن بعضِ مُشارَكاتِها هو الجوابُ عنهاوعن الكلِّ فقريبٌ كالحيوانِ والافبعيدٌ كالجسمِ النامِي

اورجنس وہ کلی ہے جو بولی جائے ایسے کثیرافراد پر جومختلف بالحقائق ہوں ماہو کے جواب میں پس اگر جواب ماہیت سے اور اس کے بعض مشارکات سے وہی جنس جواب ہواس ماہیت سے اوراس کے تمام مشارکات سے تو وہ جنس قریب ہے جیسے حیوان ورنہ پس جنس بعید ہے۔

قوله المقولُ اى المحمولُ قولُه في جوابِ ماهو اعْلَمْ ان ماهو سوالٌ عن تمامِ الحقيقةِ فاِنِ اقتَصَرَ في السوالِ على ذكرِ امرٍ واحدٍ كانَ السوالُ عن تمامِ الماهيةِ المختَصَّةِ به فيَقَعُ النوعِ في الجوابِ ان كانَ المذكورُ امراًشخصياً اوالحدُّالتامُّ ان كانَ المذكورُ حقيقةً كليةً وانْ جُمِعَ في السوالِ بين امورٍ كان السوالُ عن تمامِ الماهيةِ المشتَرَكَةِ بين تلك الامورِ ثم تلك الامورُ ان كانت متَّفِقَةَ الحقيقةِ كان السوالُ عن تمامِ الماهيةِ المتَّفَقِةِ المتَّحِدَةِ في تلك الامورِ فيَقَعُ النوعُ ايضاًفي الجوابِ وان كانت مختلِفَةً كان السوالُ عن تمامِ الحقيقةِ المشتركَةِ بين تلك الحقائقِ المختَلفَةِ وقد عَرَفْتَ انَّ تمامَ الذاتيّ المشتَرَكَ بينَ الحقائِقِ المختلفةِ هو الجنسُ فيَقَعُ الجنسُ في الجوابِ فالجنسُ لابدَّ له ان يَقَعَ جوابًا عن الماهيةِ وعن بعضِ الحقائقِ المختلِفَةِ المشارَكَةِ ايَّاهَا في ذالكَ الجنسِ

ترجمہ: مصنف کا قول المقول یعنی المحمول،مصنف کا قول فی جواب ماہو، جان تو کہ ماہوسوال ہوتا ہے تمام حقیقت کے متعلق پس اگر اکتفاء کیا جائے سوال میں امر واحد پر تو سوال ہوگا اس تمام ماہیت کے بارے میں جو اس امر کے ساتھ مختص ہے پس جواب میں نوع واقع ہوگی اگر مذکور امر شخصی ہو یا جواب میں حد تام ہوگا اگر مذکور حقیقۃ کلیہ ہواور اگر جمع کر دیا جائے سوال میں کئی امور کو تو یہ سوال ہوگا اس تمام ماہیت کے بارے میں جو ان امور میں متفق ومتحد ہو پس اب بھی جواب میں نوع واقع ہوگی اور اگر وہ امور مختلفۃ الحقیقۃ ہو تو یہ سوال ہوگا اس تمام حقیقت کے بارے میں جو ان حقائق مختلفہ کے درمیان مشترک ہو اور تو جانتا ہے کہ تمام ذاتی جو مشترک ہومختلف حقائق کے درمیان وہ جنس ہے پس جواب میں جنس واقع ہوگی ، پس جنس کے لیے ضروری ہے کہ وہ جواب ہو ماہیت کا اوران بعض حقائق مختلفہ کا جو اس ماہیت کے ساتھ شریک ہیں اس جنس میں۔

﴿تشریح﴾

المقول الخ :۔مصنف نے جنس کی تعریف بیان کی کہ جنس وہ کلی ہے جو ماہو کے جواب میں ایسے کثیرین افراد پر بولی جائے جن کی حقیقتیں مختلف ہوں۔جیسے حیوان ، یہ انسان ، بقر، غنم وغیرہ پر بولا جاتا ہے جن کی حقیقتیں الگ الگ ہیں۔شارح

نے ای المحمول کہہ کے مقول کا معنی بیان کیا، کہ مقول کا معنی ہے محمول۔

اعلم الخ :. یہاں سے لفظ ماھو کی تحقیق کرتے ہیں کہ ماھو کے ذریعہ تمام حقیقت کا سوال ہوتا ہے، پھر سوال میں یا تو امر واحد کا ذکر ہوگا یا امور متعددہ کا، اگر امر واحد ہو تو وہ امر یا شخصی (جزئی) ہوگا یا کلی ہوگا، اگر جزئی ہو تو جواب میں نوع واقع ہوگی، جیسے کہا جائے زید ماھو تو جواب میں انسان ہوگا اور اگر امر واحد کلی ہو تو جواب میں حد تام ہوگا، جیسے الانسان ماھو تو جواب میں حیوان ناطق واقع ہوگا۔ اور اگر سوال میں امور متعددہ کا ذکر ہو تو ان امور کی حقیقت ایک ہوگی یا الگ الگ، اگر ان امور کی حقیقت ایک ہو تو جواب میں نوع واقع ہوگی جیسے زید وعمر وبکر ماھم، جواب میں انسان واقع ہوگا، اور اگر ان امور کی حقیقتیں مختلف ہوں تو یہ سوال ہوگا اس تمام حقیقت کے بارے میں جو ان مختلف الحقائق امور کے درمیان مشترک ہو، یعنی جواب میں تمام مشترک واقع ہوگا اور تمام مشترک جنس ہوتا ہے لہذا جواب میں جنس واقع ہوگی جیسے الانسان والبقر والغنم ماھم، تو جواب میں حیوان واقع ہوگا۔

فالجنس الخ :. یہ ماقبل پر تفریع ہے، کہ چونکہ جنس تمام مشترک ہوتی ہے لہذا جنس جواب میں اس وقت واقع ہوگی جب سوال ہو ماہیت کے بارے میں اور ان بعض ماہیات کے بارے میں جو اس ماہیت کے ساتھ اس جنس میں شریک ہیں۔

فان کانَ معَ ذالک جوابًاعن الماهیةِ وعن کلِّ واحدٍ من الماهیاتِ المختلفَةِ المشارِکَةِ لهافی ذالک الجنسِ فالجنسُ قریبٌ کالحیوانِ حیثُ یقَعُ جوابًاللسوالِ عن الانسانِ وعن کلِّ مایُشَارِکُه فی الماهیةِ الحیوانیةِ وان لم یَقَعُ جوابًا عن الماهیةِ وعن کلِّ مایُشارِکُهافی ذالِک الجنسِ فبعیدٌ کالجسمِ حیثُ یَقَعُ جوابًا عن السوالِ بالانسانِ والحجرِ ولایَقَعُ جوابًا عن السوالِ بالانسانِ والشجرِ والفرسِ مثلًا

ترجمہ : پس اگر ہو وہ جنس اس کے ساتھ ساتھ جواب ماہیت کے بارے میں اور تمام ان ماہیات کے بارے میں جو اس ماہیت کے ساتھ شریک ہیں اسی جنس میں تو وہ جنس قریب ہے جیسے حیوان اس طور پر کہ وہ واقع ہوتا ہے جواب بن کر انسان اور ہر اس ماہیت کے بارے میں سوال کا جو انسان کے ساتھ شریک ہے حیوانیت میں اور اگر وہ جواب واقع نہ ہو ماہیت کے بارے میں اور ہر اس ماہیت کے بارے میں جو اس کے ساتھ شریک ہے اسی جنس میں تو وہ جنس بعید ہے جیسے جسم، اس طور پر کہ یہ واقع ہوتا ہے جواب بن کر انسان اور حجر کے متعلق سوال کا، اور نہیں واقع ہوتا جواب کے طور پر انسان، شجر اور فرس کے متعلق سوال کا مثلا۔

﴿تشریح﴾ فان کان مع الخ :۔ یہاں سے جنس کی تقسیم کرتے ہیں، جنس کی دو قسمیں ہیں جنس قریب اور جنس بعید۔ جنس قریب کسی ماہیت کی وہ جنس ہے کہ جب ماہیت اور دیگر ان ماہیات کے بارے میں سوال کیا جائے جو اس ماہیت کے ساتھ اس

جنس میں شریک ہیں تو جواب میں وہی جنس واقع ہو۔ جیسے حیوان انسان کی جنس قریب ہے، اس لیے کہ جب انسان اور دیگر ماہیات مثلاً فرس غنم وغیرہ جو انسان کے ساتھ حیوانیت میں شریک ہیں، کے متعلق سوال کیا جائے تو جواب میں حیوان واقع ہوگا۔ اور جنس بعید کسی ماہیت کی وہ جنس ہے کہ جب ماہیت اور دیگران ماہیات کے بارے میں سوال ہو جو ماہیات اس ماہیت کے ساتھ اس کی جنس میں شریک ہیں تو جواب میں وہ جنس واقع نہ ہو بلکہ کوئی دوسری جنس واقع ہو۔ جیسے جسم انسان کی جنس بعید ہے، اس لیے کہ جب انسان اور دیگر ماہیات مثلاً فرس، غنم وغیرہ کے بارے میں سوال کیا جائے تو جواب میں جسم واقع نہ ہوگا، بلکہ حیوان واقع ہوگا، ہاں اگر انسان اور حجر کے بارے میں سوال ہو تو جواب میں جسم واقع ہوگا۔

متن: الثانِی النـوعُ وهو المقولُ على كثيرينَ متفقينَ بالحقائقِ فی جواب ماهو وقد يقَالُ على الماهيةِ المقولِ عليها وعلى غيرِها الجنسُ فی جوابِ ماهو ومُختَصٌ بالاضافِی كالاوَّلِ بالحقيقيِّ وبينهما عمومٌ وخصوصٌ من وجهٍ لِتَصَادُقِهما على الانسانِ وتَفَارقِهما فی الحيوانِ والنقطةِ

دوسری قسم نوع ہے اور وہ وہ کلی ہے جو بولی جائے ایسے کثیر افراد پر ماہو کے جواب میں جو متفق ہوں حقیقت میں اور کبھی اس کا اطلاق اس ماہیت پر ہوتا ہے کہ اس پر اور اس کے غیر پر اطلاق ہو جنس کا ماہو کے جواب میں اور یہ مختص ہے اسم اضافی کے ساتھ جیسے اول قسم مختص ہے حقیقی کے ساتھ اور ان کے درمیان عموم خصوص من وجہ ہے بوجہ ان کے صادق آنے انسان پر اور بوجہ ان کے جدا ہونے کے حیوان اور نقطہ میں۔

مصنف کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ نوع وہ کلی ہے جو ماہو کے جواب میں ایسے کثیر افراد پر بولی جائے جن کی حقیقتیں ایک ہوں اور قد یقال سے نوع کی ایک اور قسم بیان کی کہ نوع کی دوسری قسم وہ ہے کہ جب ماہیت کو دوسری ماہیت کے ساتھ ملا کر سوال کیا جائے ماہو کے ذریعہ تو جواب میں جنس واقع ہو۔ جیسے انسان اور فرس کو ملا کر سوال کریں تو جواب میں حیوان آئے گا لہذا انسان نوع ہوا۔ نوع کی پہلی قسم کا نام نوع حقیقی ہے اور دوسری قسم کا نام نوع اضافی ہے۔

قولـه الـماهيةُ المقولُ عليها وعلى غيرِها الجنسُ ای الماهيةُ المقولُ فی جوابِ ماهو فلا يكونُ الا كلياً ذاتياً لِمَاتحتَه لاجزئيًا ولا عرضيًا فالشخصُ كزيدٍ والصنفُ كالروميِّ مثلًا خارجانِ عنها فالنوعُ الاضافيُ دائـمـاً اِمَّـاان يكونَ نوعًاحقيقياً مندَرِجًا تحتَ جنسٍ كالانسانِ تحتَ الحيوانِ واِمَّا جنسًا مندَرِجًا تحتَ جنـسٍ آخَـرَ كـالـحيوانِ تحتَ الجسمِ النامِی ففِی الاولِ يتَصَادَقُ النوعُ الحقيقیُّ والاضافیُّ وفی الثانِی يـوجَـدُ الاضـافـیُّ بدونِ الحقيقیِّ ويجُوزُ ايضًا تحقُّقُ الحقيقیِّ بدونِ الاضافیِّ فيما اذا كانَ النوعُ بسيطًا لاجزءَ له حتى يكونَ جنسًا وقد مُثِّلَ بالنقطةِ وفيه مناقَشَةٌ وبالجملةِ فالنسبةُ بينهما العمومُ مِنْ وجهٍ

ترجمہ : مصنف کا قول الماہیۃ الخ، یعنی وہ ماہیت جو ماہو کے جواب میں محمول ہو پس یہ نہیں ہوگی مگر کلی ذاتی ان افراد کے لیے جو اس کے تحت ہیں نہ کہ جزئی اور نہ کلی عرضی، پس شخص مثلاً زید اور صنف جیسے رومی اس ماہیت سے خارج ہونگے۔ پس نوع اضافی ہمیشہ یا تو نوع حقیقی ہوگی جو داخل ہوگی کسی جنس کے تحت جیسے انسان حیوان کے تحت، اور یا جنس ہوگی داخل ہوگی دوسری جنس کے تحت جیسے حیوان جسم نامی کے تحت، پس پہلی صورت میں نوع حقیقی اور اضافی دونوں صادق ہونگے اور دوسری صورت میں نوع اضافی پائی جائے گی نوع حقیقی کے بغیر اور جائز ہے نوع حقیقی کا پایا جانا نوع اضافی کے بغیر اس صورت میں کہ نوع بسیط ہو اس کا کوئی جزء نہ ہو کہ اس کی جنس ہو اور تحقیق مثال دی جاتی ہے اس کی نقطہ کے ساتھ اور اس میں اعتراض ہے، خلاصہ یہ کہ ان کے درمیان نسبت عموم خصوص من وجہ کی ہے۔

﴿تشریح﴾ ای الماهية الخ :۔ یہ ایک سوال کا جواب ہے کہ نوع اضافی کی یہ تعریف دخول غیر سے مانع نہیں اس لیے کہ یہ شخص مثلاً زید اور صنف مثلاً رومی پر صادق آتی ہے، کیونکہ اگر زید کو فرس کے ساتھ ملا کر سوال کیا جائے تو جواب میں حیوان واقع ہوگا، جو کہ جنس ہے، اسی طرح رومی کو فرس کے ساتھ ملا کر سوال کیا جائے تو بھی جواب میں حیوان واقع ہوگا جو کہ جنس ہے، تو لازم آئے گا کہ زید اور رومی نوع اضافی ہوں حالانکہ یہ نوع اضافی نہیں؟ اس کا جواب دیا کہ نوع اضافی کی تعریف میں ماہیت سے مراد وہ ماہیت ہے جو خود ماہو کے جواب میں واقع ہو، اور جو ماہیت ماہو کے جواب میں واقع ہو وہ کلی ذاتی ہوتی ہے، اب یہ تعریف شخص اور صنف پر صادق نہیں آئے گی اس لیے کہ شخص جزئی ہوتا ہے کلی نہیں، اور صنف کلی عرضی ہوتی ہے کلی ذاتی نہیں۔

فالنوع الاضافی الخ :۔ یہاں سے نوع اضافی اور نوع حقیقی کے درمیان نسبت بیان کرتے ہیں کہ ان کے درمیان عموم خصوص من وجہ کی نسبت ہے، یعنی یہاں تین مادے ہونگے، ایک مادہ اجتماعی اور دو مادے افتراقی، مادہ اجتماعی کہ نوع حقیقی بھی ہو اور نوع اضافی بھی جیسے انسان، یہ نوع حقیقی بھی ہے اس لیے کہ اس کا اطلاق ایسے کثیرین پر ہوتا ہے جو متفق بالحقائق ہیں، اور نوع اضافی بھی اس لیے کہ اس کے ساتھ فرس کو ملا کر جب سوال کیا جائے تو جواب میں حیوان واقع ہوگا جو کہ جنس ہے۔ مادہ افتراقی نمبر ایک کہ نوع اضافی ہو نوع حقیقی نہ ہو جیسے حیوان، یہ نوع حقیقی نہیں اس لیے کہ اس کا اطلاق ایسے کثیرین پر ہوتا ہے جو مختلف بالحقائق ہیں، اور نوع اضافی ہے اس لیے کہ اس کے ساتھ اور ماہیت مثلاً شجر کو ملا کر سوال کیا جائے تو جواب میں جنس یعنی جسم نامی واقع ہوگا۔ اور مادہ افتراقی نمبر دو کہ نوع حقیقی ہو نوع اضافی نہ ہو جیسے نقطہ، یہ نوع حقیقی ہے اس لیے کہ اس کا اطلاق ایسے کثیرین پر ہوتا ہے جو متفق بالحقائق ہیں، اور نوع اضافی نہیں اس لیے کہ نوع اضافی وہ ہوتی ہے جس کے لیے جنس ہو اور جنس اس کی ہوتی ہے جس کا کوئی جز ہو جبکہ نقطہ کا کوئی جزء نہیں ہوتا نقطہ بسیط ہوتا ہے۔

وفيه مناقشة :۔ یہ مصنف پر ایک اعتراض کا ذکر ہے، کہ نقطے کو مثال میں ذکر کرنا ٹھیک نہیں اس لیے کہ اولاً ہم تسلیم

ہی نہیں کرتے کہ نقطہ موجود ہے، ثانیاً اگر ہم تسلیم کرلیں کہ یہ موجود ہے تو ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ یہ نوع حقیقی ہے اس لیے کہ ہوسکتا ہے کہ اس کے افراد مختلف الحقیقۃ ہوں ثالثاً اگر ہم مان لیں کہ نقطہ موجود ہے اور اس کے فراد متفقۃ الحقیقۃ ہیں تو ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ یہ نوع اضافی نہیں ہوسکتا اس لیے کہ ہوسکتا ہے اس کا کوئی جزء ذہنی ہو جزء خارجی نہ ہو، جب جزء ذہنی ہوگا تو وہی جز نقطہ کے لیے جنس ہوگا، جب نقطہ کے لیے جنس ہے نقطہ تو نوع اضافی بھی ہوگا۔

قولُه والنقطةُ النقطةُ طرفُ الخطِّ والخطُّ طرفُ السطحِ والسطحُ طرفُ الجسمِ فالسطحُ غيرُ منقَسِمٍ في العُمُقِ والخطُّ غيرُ منُقَسِمٍ في العرضِ والعُمُقِ والنقطةُ غيرُ منُقَسِمَةٌ في الطولِ والعرضِ والعمُقِ فهي عرضٌ لايَقْبَلُ القسمةَ اصلًا واذا لم تَقْبَلِ القسمةً اصلاً لم يكن لها جزءٌ فلايكونُ لها جنسٌ وفيه نظرٌ فان هذا يدلُّ على انَّه لاجزءَ لها في الخارِجِ والجنسُ ليس جزءاً خارجياً بل هو من الاجزاءِ العقليةِ فجَازَ ان يكونَ لِلنقطةِ جزءٌ عقليٌ وهو جنسٌ لها وان لم يكُنْ لها جزءٌ في الخارجِ

ترجمہ : مصنف کا قول النقطۃ، نقطہ خط کی طرف ہے، اور خط سطح کی طرف ہے اور سطح جسم کی طرف ہے، پس سطح منقسم نہیں ہوتی چوڑائی میں اور خط منقسم نہیں ہوتا چوڑائی اور گہرائی میں اور نقطہ منقسم نہیں ہوتا لمبائی، چوڑائی اور گہرائی میں پس یہ عرض ہے جو تقسیم کو قبول نہیں کرتا بالکل اور جب یہ تقسیم کو قبول نہیں کرتا بالکل تو اس کا کوئی جزء نہیں، پس اس کی کوئی جنس نہیں، اور اس میں اعتراض ہے اس لیے کہ یہ دلیل دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ نقطہ کا کوئی جزء نہیں خارج میں اور جنس جزء خارجی نہیں بلکہ یہ اجزاء عقلیہ میں سے ہے پس جائز ہے کہ نقطہ کے لیے کوئی جزء عقلی ہو اور وہ اس کی جنس ہو اگر چہ اس کا کوئی جزء خارج میں نہ ہو۔

﴿تشریح﴾ النقطة الخ :۔ یہاں سے اس بات کی دلیل بیان کرتے ہیں کہ نقطہ نوع اضافی نہیں ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ نوع اضافی وہ ہوتی ہے جس کے لیے جنس ہو، اور نقطہ کی کوئی جنس نہیں، اس لئے نقطہ تقسیم کو بالکل قبول نہیں کرتا ہے، لہذا اس کا کوئی جزء نہیں، جب اس کا کوئی جزء نہیں تو اس کی کوئی جنس نہیں۔ باقی رہی یہ بات کہ نقطہ تقسیم کو قبول کیوں نہیں کرتا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ نقطہ خط کی طرف ہے، اور خط سطح کی طرف ہے اور سطح جسم کی طرف ہے، سطح عرض اور طول میں تقسیم کو قبول کرتی ہے عمق میں نہیں کرتی، خط طول میں قابل تقسیم ہے عرض اور عمق میں نہیں، جسم طول، عرض اور عمق تینوں میں قابل تقسیم ہے، جبکہ نقطہ طول ، عرض اور عمق کسی میں قابل تقسیم نہیں لہذا معلوم ہوا کہ نقطہ بالکل تقسیم کو قبول نہیں کرتا

وفيه نظر الخ :۔ یہاں سے شارح پچھلی دلیل پر اعتراض ذکر کرتے ہیں، کہ پچھلی دلیل سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ نقطہ کا کوئی جزء خارجی نہیں ہے، اور جنس جزء خارجی نہیں بلکہ جزء عقلی ہے، تو ہوسکتا ہے نقطہ کا کوئی جزء عقلی ہو اور وہی جزء عقلی اس کی جنس ہو اگر چہ اس کا کوئی جزء خارجی نہ ہو۔ جب نقطہ کی جنس ہوگی تو اب وہ نقطہ نوع اضافی بھی ہوگا۔

اس کا جواب دیا جاسکتا ہے کہ یہ مناقشہ فی التمثیل ہے (یعنی صرف مثال بیان کرنے پر اعتراض ہے) جوکہ اتنا قوی نہیں اس لیے کہ اگر اس مثال پر اعتراض ہے تو ہم دوسری مثال پیش کر سکتے ہیں جیسے نفس اور عقل۔

متن: ثم الاجناسُ قد تترَتَّبُ متَصَاعِدَةً الی العالِی کالجوهرِ ویُسمّٰی جنسَ الاجناسِ والانواعُ متَنَازِلةً الی السافلِ ویُسَمّٰی نوعَ الانواعِ ومابینهما متَوَسِّطَاتٌ

پھر اجناس کبھی مترتب ہوتے ہیں صعودی طور پر جنس عالی کی طرف جیسے جوہر اور اس کا نام رکھا جاتا ہے جنس الاجناس اور انواع ترتیب پاتے ہیں نزولی طور پر نوع سافل کی طرف اور اس کا نام رکھا جاتا ہے نوع الانواع اور ان کے درمیان متوسطات ہیں۔

قوله متصاعدة بانْ یکونَ الترقِّی من الخاصِّ الی العامِّ وذالک لان جنسَ الجنسِ اعمُّ من الجنسِ وهکذا الی جنسٍ لاجنسَ له فوقَه وهو العالِی وجنسُ الاجناسِ کالجوهرِ قولُه متَنَازِلَةً بان یکونَ التنزُّلُ من العامِّ الی الخاصِّ وذالک لان نوعَ النوعِ یکونُ اخصَّ من النوعِ وهکذا الی نوعٍ لانوعَ له تحتَه وهو السافِلُ ونوعُ الانواعِ کالانسانِ

ترجمہ:۔مصنف کا قول متصاعدۃ بایں طور پر کہ ترقی ہوتی ہے خاص سے عام کی طرف اور یہ اس لیے کہ جنس کی جنس جنس سے عام ہوتی ہے اور اسی طرح یہ ترتیب ہوتی ہے ایسی جنس تک کہ جس کے اوپر کوئی جنس نہ ہو اور وہ جنس عالی اور جنس الاجناس ہے جیسے جوہر، مصنف کا قول متنازلۃ، بایں طور کہ ہوتا ہے تنزل عام سے خاص کی طرف اور وہ اس لیے کہ نوع کی نوع نوع سے خاص ہوتی ہے اور اسی طرح یہ ترتیب ہوتی ہے ایسے نوع تک جس کے نیچے اور کوئی نوع نہ ہو اور وہ نوع سافل ہے اور نوع الانواع ہے جیسے انسان۔

﴿تشریح﴾ بان یکون الخ:۔ یہاں سے شارح اجناس کی ترتیب صعودی کو بیان کرتے ہیں کہ اجناس میں ترتیب صعودی ہوتی ہے (یعنی نیچے سے اوپر کی طرف) بایں طور کہ اجناس میں خاص سے عام کی طرف ترقی ہوتی ہے اس لیے کہ جنس کی جنس جنس سے عام ہوتی ہے مثلاً جسم نامی حیوان کی جنس ہے، اور یہ حیوان سے عام ہے۔ یہ ترتیب چلتی رہتی ہے یہاں تک کہ ایسی جنس آجاتی ہے جس کے اوپر کوئی جنس نہ ہو اس کو جنس الاجناس اور جنس عالی کہتے ہیں، اور وہ جنس عالی جوہر ہے۔

قولہ متنازلۃ الخ:۔ یہاں انواع کی ترتیب نزولی کو ذکر کرتے ہیں، کہ انواع میں ترتیب نزولی ہوتی ہے (یعنی اوپر سے نیچے کی طرف) بایں طور کہ انواع میں نزول ہوتا ہے عام سے خاص کی طرف، اس لیے کہ نوع کی نوع نوع سے خاص ہوتی ہے، مثلاً انسان حیوان کی نوع ہے اور یہ حیوان سے خاص ہے۔ یہ ترتیب چلتی رہتی ہے یہاں تک کہ ایسی نوع آجاتی ہے

جس کے نیچے کوئی اورنوع نہیں ہوتی اس کونوع الانواع اورنوس سافل کہتے ہیں،اس کی مثال انسان ہے۔

ومابينَهما متوسطاتٌ اى مابينَ العالِي والسافلِ فى سلسلَتَي الانواعِ والاجناسِ تسمّٰى متوسطاتٍ فمابين الجنسِ العالِي والجنسِ السافلِ اجناسٌ متوسطةٌ ومابينَ النوعِ العالِي والنوعِ السافلِ انواعٌ متوسطةٌ هذا ان رَجَعَ الضميرُ الى مجَرَّدِ العالِي والسافلِ وان عَادَ الى الجنسِ العالِي والنوعِ السافِلِ المذكورينِ صريحاً كان المعنٰى مابين الجنسِ العالِي والنوعِ السافلِ متوسطاتٌ اِمَّا جنسٌ متوسطٌ فقط كالنوعِ العالِي اونوعٌ متوسطٌ فقط كالجنسِ السافلِ اوجنسٌ متوسطٌ ونوعٌ متوسطٌ معاً كالجسمِ النامِي

ترجمہ :۔اوران کے درمیان متوسطات ہیں یعنی وہ چیزیں جوعالی اورسافل کے درمیان ہیں جوواقع ہیں انواع اوراجناس کے دوسلسلوں میں ان کا نام رکھا جا تا ہے متوسطات ، پس جنس عالی اورجنس سافل کے درمیان اجناس متوسطہ ہیں اورنوع عالی اورنوع سافل کے درمیان انواع متوسطہ ہیں، یہ تفصیل اس وقت ہے اگرضمیر راجع ہومحض عالی اورسافل کی طرف،اور یہ راجع ہو جنس عالی اورنوع سافل کی طرف جومذکور ہیں صراحۃً تو معنی ہوگا جنس عالی اورنوع سافل کے درمیان متوسطات ہیں، یافقط جنس متوسط جیسے نوع عالی یافقط نوع متوسط جیسے جنس سافل یاجنس متوسط اورنوع متوسط دونوں جیسے جسم نامی

﴿تشریح﴾ اى مابين العالى الخ : یہاں سے متن کی وضاحت کرتے ہیں کہ مابینہما متوسطات کی دوتقریریں ہیں پہلی تقریر یہ ہے کہ بینہما کی ضمیر کا مرجع محض عالی اورسافل ہیں،اب معنی ہوگا کہ اجناس اورانواع کے دونوں سلسلوں میں عالی اور سافل کے درمیان متوسطات ہیں پس جنس عالی اورجنس سافل کے درمیان اجناس متوسطہ ہیں،جنس عالی جوہر ہےاورجنس سافل حیوان ہے،ان کے درمیان جواجناس ہیں وہ جسم نامی اورجسم مطلق ہیں۔اورنوع عالی اورنوع سافل کے درمیان انواع متوسطہ ہیں،نوع عالی جسم مطلق ہےنوع سافل انسان ہےان کے درمیان جوانواع ہیں وہ حیوان اورجسم نامی ہیں۔دوسری تقریر یہ ہے کہ بینہما کی ضمیر کا مرجع جنس عالی اورنوع سافل ہیں جومتن میں صراحۃً مذکور ہیں،اب معنی یہ ہوگا کہ جنس عالی اورنوع سافل کے درمیان متوسطات ہیں اوراس کی تین صورتیں ہیں (۱) صرف جنس متوسط جیسے نوع عالی یعنی جسم مطلق، یہ جنس متوسط ہےاس کے اوپر بھی جنس ہے یعنی جوہراوراس کے نیچے بھی جنس ہے یعنی جسم نامی ۔(۲) صرف نوع متوسط جیسے جنس سافل یعنی حیوان، یہ نوع متوسط ہےاس کے نیچے بھی نوع ہے یعنی انسان اوراوپر بھی نوع ہے یعنی جسم نامی (۳) جنس متوسط بھی ہواورنوع متوسط بھی، جیسے جسم نامی، یہ جنس متوسط بھی ہے کہ اس کےاوپر بھی جنس ہے یعنی جسم مطلق اوراس کے نیچے بھی جنس ہے جیسے حیوان،اور یہ نوع متوسط بھی ہے،اس کےاوپر بھی نوع ہے یعنی جسم مطلق اوراس کے نیچے بھی نوع ہے یعنی حیوان۔

ثم اعْلَمْ انَّ المنصنِّفَ لم يَتَعَرَّضْ لِلجنسِ المفردِ والنوعِ المفرَدِ اِمَّا لانَّ الكلامَ فيمايتَرَتَّبُ والمفردَ ليس

داخلًافی سلسلةِ الترتیبِ واِمَّا لِعدمِ تَیَقُّنِ وجودِہ

ترجمہ :۔ پھر جان تو کہ مصنف نے نہیں چھیڑا جنس مفرد اور نوع مفرد کو یا تو اس وجہ سے کہ کلام اس چیز میں ہے جو ترتیب میں ہو اور مفرد سلسلہ ترتیب میں داخل نہیں ہوتا اور یا بوجہ اس کے وجود کے یقینی نہ ہونے کے۔

﴿تشریح﴾ **ثم اعلم الخ** :۔ یہ ایک سوال کا جواب ہے کہ مصنف نے جنس مفرد اور نوع مفرد کا تذکرہ کیوں نہیں کیا؟ (مفرد وہ ہے جس کے اوپر اور نیچے کوئی جنس یا نوع نہ ہو اس کی مثال میں عقل کو پیش کیا جاتا ہے) اس کا جواب دیا کہ مصنف نے ان کو ذکر نہیں کیا دو وجہوں سے پہلی وجہ یہ ہے کہ یہ کلام ان اجناس اور انواع کے بارے میں ہے جن میں ترتیب ہو، اور جنس مفرد اور نوع مفرد ترتیب میں داخل نہیں دوسری وجہ یہ ہے کہ جنس اور مفرد اور نوع مفرد کا وجود یقینی نہیں اس لیے مصنف نے ان کو ذکر نہیں کیا۔

الثالثُ الفصلُ وهو المقولُ علی الشئیِ فی جوابِ ایُّ شئیٍ هو فی ذاتِه فان مَیَّزَہ عن المشارَکاتِ فی الجنسِ القریبِ فقریبٌ والافبعیدٌ واذا نُسِبَ الی مایُمَیِّزُہ فمُقَوِّمٌ والی مایُقَسِّمُه فمُقَسِّمٌ والمُقَوِّمُ لِلعالِی مقوِّمٌ للسافِلِ ولاعکسَ والمُقَسِّمُ بالعکسِ

تیسری قسم فصل ہے اور وہ وہ کلی ہے جو کسی شی پر محمول ہو ای شئ ہو فی ذاتہ کے جواب میں پس اگر وہ ممتاز کر دے اس کو ان چیزوں سے جو جنس قریب میں شریک ہیں تو وہ فصل قریب ہے ورنہ پس فصل بعید ہے اور جب وہ منسوب ہو ایسی چیز کی طرف جو اس کو ممتاز کر دے تو وہ فصل مقوم ہے اور اگر اس چیز کی طرف منسوب ہو کہ جس کے افراد سے امتیاز کر دے تو وہ فصل مقسم ہے اور جو عالی کا مقوم ہے وہ سافل کا مقوم ہے اور اس کا عکس نہیں اور مقسم عکس کے ساتھ ہے۔

قولُه ایُّ شئیٍ اعلَمْ انَّ کلمةَ ایٌّ موضوعةٌ فی الاصلِ لِیُطلَبَ بها مایُمَیِّزُ الشئیَ عما عمایُشارِکُه فیما اُضِیفَ الیه هذِہ الکلمةُ مثلًا اذا ابْصَرْتَ شئیاً من بعیدٍ وتیَقَّنْتَ انه حیوانٌ لکنْ تَرَدَّدْتَ فی انَّه هل هو انسانٌ اوفرسٌ اوغیرُها تقولُ ایُّ حیوانٍ هذا فیُجابُ عنه بمایُخَصِّصُه ویُمَیِّزُہ عن مشارَکاتِه فی الحیوانِ

ترجمہ : جان تو کہ کلمہ ای اصل میں موضوع ہے تا کہ اس کے ذریعہ طلب کیا جائے اس چیز کو جو شئی کو جدا کر دے ان چیزوں سے جو اس شئی کے ساتھ شریک ہیں اس کلمہ کے مضاف الیہ میں مثلا جب تو دور سے کوئی شئی دیکھے اور یقین کر لے کہ یہ حیوان ہے لیکن تمہیں تردد ہو اس بات میں کہ وہ انسان ہے، گھوڑا ہے یا ان کا غیر ہے، تو تو کہے گا ای حیوان ہذا پس اس کا جواب دیا جائیگا ایسی چیز کے ساتھ جو اس کو خاص کر دے اور اس کو جدا کر دے اس کے ساتھ حیوان میں شریک افراد سے۔

﴿تشریح﴾ مصنف نے متن میں فصل کی تعریف ذکر کی کہ فصل وہ کلی ہے جو ای شئ ہو فی ذاتہ کے جواب میں کسی شئی پر محمول

ہو۔جیسے ناطق انسان کا فصل ہے اس لیے کہ جب کہا جائے الانسان ای شئی ہوفی ذاتہ تو جواب میں ناطق واقع ہوگا۔

اعلم الخ :۔یہاں سے کلمہ ایّ کی تحقیق کرتے ہیں،ای کو وضع کیا گیا ہے تاکہ اس کے ذریعہ اس چیز کو طلب کیا جائے جو شئی کو ان چیزوں سے ممتاز کردے جو ای کے مضاف الیہ میں اس شئی کے ساتھ شریک ہیں مثلاتم نے دور سے کوئی شئی دیکھی، یقین ہوگیا کہ یہ حیوان ہے لیکن اس بات میں تردد ہے کہ یہ انسان ہے گھوڑا ہے یا کچھ اور،تو تم نے کہا ای حیوان ہذا؟ (یہ کونسا حیوان ہے) تو جواب میں ایسی چیز واقع ہوگی جو اس شئی کو ان چیزون سے ممتاز کردے جو حیوان ہونے میں اس کے ساتھ شریک ہیں۔

اذاعَرَفْتَ هذا فنقولُ اذا قلنا الانسانُ ایُّ شئی هو فی ذاتِه کانَ المطلوبُ ذاتیًا من ذاتیاتِ الانسانِ یُمَیِّزُه عمایُشارِکُه فی الشیئیةِ فیَصِحُّ ان یُجَابَ انه حیوانٌ ناطقٌ کمایَصِحُّ ان یجابَ بانَّه ناطقٌ فیلزَمُ صحةُ وقوعِ الحدِّ فی جوابِ ایِّ شئی وایضا یلزَمُ ان لایکونَ تعریفُ الفصلِ مانعًا لِصدقِه علی الحدِّ وهذا ممااستَشْکَلَه الامامُ الرازِیُّ فی هذا المقامِ

ترجمہ :۔جب تو یہ جان گیا تو ہم کہتے ہیں کہ جب ہم کہیں الانسان ای شئی ہوفی ذاتہ تو مطلوب ایک ذاتی ہوگی انسان کی ذاتیات میں سے جو اس کو ممتاز کردے ان چیزوں سے جو اس کے ساتھ شریک ہیں شئی ہونے میں پس درست ہے کہ جواب دیا جائے کہ وہ حیوان ناطق ہے جس طرح کہ کہ صحیح ہے کہ جواب دیا جائے وہ ناطق ہے پس لازم آئیگا حد کا واقع ہونا ای شئی کے جواب میں اور نیز لازم آئیگا کہ فصل کی تعریف مانع نہ ہو بوجہ اس کے صادق آنے کے حد پر اور یہ ان اشکالات میں سے ہے جو امام رازیؒ نے اس مقام میں میں کیے ہیں۔

﴿تشریح﴾ اذاعرفت الخ :۔فصل کی اس تعریف پر امام رازیؒ نے اعتراض کیا شارح اس اعتراض کو نقل کرکے اس کا جواب دیتے ہیں اعتراض یہ ہے کہ جب کہا الانسان ای شئی ہوفی ذاتہ تو اس وقت مطلوب انسان کی ذاتی ہوگی جو انسان کو ان افراد سے ممتاز کرے جو شئی ہونے میں اس کے ساتھ شریک ہیں،تو جواب میں حیوان ناطق بھی صحیح ہے اور ناطق بھی،اس لیے کہ دونوں انسان کی ذاتی ہیں جو انسان کو دیگر افراد سے ممتاز کرتے ہیں جو اس کے ساتھ شئی ہونے میں شریک ہیں،حیوان ناطق انسان کی حدتام ہے،پس لازم آیا کہ فصل کی تعریف دخول غیر سے مانع نہیں اس لیے کہ یہ حدتام پر صادق آتی ہے۔

واجَابَ عن هذا صاحبُ المحاکَمَاتِ بانَّ معنٰی ایِّ وان کان بِحسبِ اللغةِ طلبُ الممَیِّزِ مطلقًا لکن اربابَ المعقولِ اصطلَحُوا علی انَّه لِطلبِ ممَیِّزٍ لایکون مقولًا فی جوابِ ماهو وبهذا یخرُجُ الحدُّوالجنسُ ایضًا .

ترجمہ : . اوراس کا جواب دیا صاحب محاکمات نے اس طرح کہ ای کا معنی اگرچہ لغت کے لحاظ سے مطلقا طلب ممیّز کے لیے ہے لیکن اہل منطق نے اصطلاح مقرر کی ہے کہ ای اس ممیّز کو طلب کرنے کے لیے آتا ہے جو محمول نہ ہو ماہو کے جواب میں پس اس وجہ سے حد اور جنس بھی نکل جائیں گے۔

﴿تشریح﴾ **واجاب عن هذاالخ :۔** یہاں سے شارح اس اعتراض کا جواب دیتے ہیں کہ ای کی وضع اگر لغۃً مطلقا طلب ممیّز کے لیے ہے لیکن اہل منطق کے نزدیک ای اس طلب ممیّز کے لیے آتا ہے جو خود ماہو کے جواب میں محمول نہ ہو، حد تام اور جنس خود ماہو کے جواب میں محمول ہوتے ہیں لہذا وہ فصل کی تعریف سے خارج ہو جائیں گے۔

ولِلْمحقِّقِ الطوسيِّ ههنا مسلَكٌ آخَرُ ادقُّ واتقَنُ وهو انَّا لانسئَلُ عن الفصلِ الابعدَ ان نَعْلَمَ انَّ لِلشئِ جنساً بناءً على انَّ مالاجنسَ له لافصلَ له واذاعَلِمْنَاالشئَ بالجنسِ فنَطْلُبُ مايُمَيُّزُه عن المشارَكَات فى ذالک الجنسِ فنقولُ الانسانُ ایُّ حیوانٍ هو فى ذاتِه فتعَيَّنَ الجوابُ بِالناطِقِ لاغيرَ فكلمةُ شئى فى التعريفِ كنايةٌ عن الجنسِ المعلومِ الذى يَطْلُبُ مايمَيّزُ الشئَ عن المشارَكَات فى ذالک الجنسِ وحينئذٍ يندفِعُ الاشكالُ بحَذَافِيْرِه

ترجمہ : اور محقق طوسی کا یہاں ایک اور مسلک ہے جو زیادہ دقیق اور زیادہ مضبوط ہے وہ یہ ہے کہ ہم فصل کے متعلق سوال نہیں کرتے مگر بعد اس کے کہ ہم جان لیں کہ شئی کی کوئی جنس ہے اس بات پر بناء کرتے ہوئے کہ جس کی جنس نہیں اس کی کوئی فصل نہیں اور جب ہم جان لیں کسی شئی کو جنس کے ساتھ پھر ہم طلب کرتے ہیں اس چیز کو جو اس کو جدا کر دے ان چیزوں سے جو شریک ہیں اس جنس میں پس ہم کہتے ہیں الانسان ای حیوان ہو فی ذاتہ تو جواب ناطق متعین ہوگا نہ کہ اس کا غیر، پس تعریف میں شئی کا کلمہ کنایہ ہے جنس معلوم سے کہ طلب کیا جاتا ہے جس کے ذریعہ اس چیز کو جو شئی کو جدا کر دے ان چیزوں سے جو اس جنس میں شریک ہیں۔ اور اس وقت اشکال ختم ہو جائیگا اپنے تمام پہلوؤں کے ساتھ۔

﴿تشریح﴾ **وللمحقق الخ :۔** یہاں سے شارح اعتراض مذکور کا ایک اور جواب نقل کرتے ہیں جو محقق طوسی نے دیا جو زیادہ دقیق اور زیادہ مضبوط ہے، حاصل یہ ہے کہ ہم کسی شئی کی فصل کے متعلق صرف اس وقت سوال کرتے ہیں جب اس کی جنس معلوم ہو کیونکہ ضابطہ ہے جس کی کوئی جنس نہیں اس کی کوئی فصل نہیں، اور جب ہمیں جنس کا پتہ چل جاتا ہے تو پھر ہم اس چیز کو طلب کرتے ہیں جو شئی کو ان چیزوں سے جدا کر دے جو اس جنس میں اس شئی کے ساتھ شریک ہیں۔ مثلا جب ہم کہیں الانسان ای شئی ہو فی ذاتہ تو اس کا مطلب ہے ای حیوان ہو فی ذاتہ، لہذا جواب میں صرف ناطق آئیگا، جنس نہیں، اس لیے کہ جنس کا تو پہلے سے علم ہے، اگر جواب میں جنس یا حد تام آتی ہے تو یہ تحصیل حاصل ہے۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ ای شئی جو تعریف میں واقع

ہے،اس میں شی سے مراد جنس معلوم ہے جس کے ذریعہ ممیّز کوطلب کیا جاتا ہے جو مشارکات جنس سے ممتاز کردے۔

قولُه فقريبٌ كالناطِقِ بالنسبةِ الى الانسانِ حيثُ مَيَّزَه عن المشارَكَاتِ في الجنسِ القريبِ وهو الحيوانُ قوله فبعيدٌ كالحسَّاسِ بالنسبةِ الى الانسانِ حيثُ مَيَّزَه عن المشارَكَاتِ في الجنسِ البعيدِ وهو الجسمُ النامِي

ترجمہ :. مصنف کا قول فقریب جیسے ناطق انسان کے اعتبار سے،اس طور پر کہ یہ ممتاز کرتا ہے اس کو ان چیزوں سے جو جنس قریب میں اس کے شریک ہیں اور وہ جنس قریب حیوان ہے،مصنف کا قول فبعید جیسے حساس انسان کے لحاظ سے اس طور پر کہ یہ انسان کو ممتاز کرتا ہے ان چیزوں سے جو جنس بعید میں شریک ہیں اور وہ جسم نامی ہے۔

تشریح **قوله فقريب الخ** :. مصنف کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ فصل کی دو قسمیں ہیں فصل قریب اور فصل بعید۔فصل قریب کسی ماہیت کا وہ فصل ہے جو اس کو ان افراد سے جدا کردے جو جنس قریب میں اس ماہیت کے ساتھ شریک ہیں ۔جیسے ناطق انسان کا فصل قریب ہے اس لیے کہ یہ انسان کو حیوان کے باقی افراد سے جدا کرتا ہے اور حیوان انسان کی جنس قریب ہے ۔اور فصل بعید کسی ماہیت کا وہ فصل ہے جو ماہیت کو ان افراد سے جدا کرے جو جنس بعید میں اس کے ساتھ شریک ہیں جیسے حساس انسان کا فصل بعید ہے اس لیے کہ انسان کو جسم نامی کے افراد سے ممتاز کرتا ہے اور جسم نامی انسان کی جنس بعید ہے۔

قوله واذانُسِبَ الخ الفصلُ له نسبةٌ الى الماهيةِ التي هو مخصِّصٌ ومَمَيِّزٌ لها ونسبةٌ الى الجنسِ الذى يُمَيِّزُالماهيةَ عنه من بينِ افرادِه فهو بالاعتبارِ الاوَّلِ يسمّٰى مُقَوِّمًا لانَّه جزءُ الماهيةِ ومُحَصِّلٌ لها وبالاعتبارِ الثانِي يسمّٰى مُقَسِّمًا لانه بانضمامِه الى هذا الجنسِ وجوداً يحَصِّلُ قسماً وعدمًا يحَصِّلُ قسماً آخَرَ كماترٰى في تقسيمِ الحيوانِ الى الحيوانِ الناطقِ والى الحيوانِ الغيرِ الناطق

ترجمہ :. مصنف کا قول واذانسب الخ،فصل کی ایک نسبت ہوتی ہے اس ماہیت کی طرف جو اس ماہیت کے لیے مخصص وممیّز ہوتا ہے اور ایک نسبت ہوتی ہے اس جنس کی طرف کہ وہ فصل اس ماہیت کو ممتاز کرتا ہے اس جنس سے اس کے افراد کے درمیان میں سے پس اس کا نام پہلے اعتبار سے مقوم رکھا جاتا ہے اس لیے کہ وہ ماہیت کا جزء ہوتا ہے اور اس کو وجود دینے والا ہوتا ہے اور اور دوسرے اعتبار سے اس کا نام رکھا جاتا ہے مقسم ،اس لیے کہ اس کے اس جنس کے ساتھ وجوداً ملنے کی وجہ سے وجود دیتا ہے ایک قسم کو اور عدماً ملنے کی وجہ سے وجود دیتا ہے دوسری قسم کو جیسے کہ تم دیکھتے ہو حیوان کی تقسیم میں حیوان ناطق اور حیوان غیر ناطق کی طرف۔

تشریح **الفصل الخ** :۔یہاں سے فصل کی نسبت کے اعتبار سے تقسیم کرتے ہیں کہ فصل کی دو قسمیں ہیں فصل مقوم اور فصل

مقسم ۔وہ اس طرح کہ فصل کی دو نسبتیں ہوتی ہیں۔فصل کی ایک نسبت اس ماہیت کی طرف ہوتی ہے جس ماہیت کے لیے وہ فصل ممیّز و مخصص ہوتی ہے اور اس کو وجود دینے والی ہوتی ہے اور ایک نسبت اس جنس کی طرف ہوتی ہے کہ اس جنس کے افراد سے وہ فصل اس ماہیت کو جدا کرتی ہے جب فصل کی نسبت اس ماہیت کی طرف ہو تو اس وقت اس کو فصل مقوم کہتے ہیں اور جب اس کی نسبت اس جنس کی طرف ہو تو اس وقت اس کو فصل مقسم کہتے ہیں، مثال ناطق ہے۔کہ ناطق کی جب انسان کی طرف نسبت کریں تو یہ فصل مقوم ہے اس لیے کہ یہ انسان کو جدا کرتا ہے اور اس کو وجود دینے والا ہے۔اور جب اس کی نسبت کریں حیوان کی طرف یہ ناطق اس کے لیے مقسم ہے، اس لیے کہ ناطق حیوان ہی کے افراد سے انسان کو ممتاز کرتا ہے۔

لانه جزء الخ :۔یہ فصل مقوم کی وجہ تسمیہ ہے، مقوم کا معنی ہے قوام میں داخل ہونے والا یعنی وجود دینے والا، چونکہ یہ فصل ماہیت کا جزء ہوتی ہے اور اس کو وجود دینے والی ہوتی ہے اس لیے اس کو فصل مقوم کہتے ہیں۔

لانه بانضمامه الخ : ۔یہ فصل مقسم کی وجہ تسمیہ ہے، مقسم کا معنی ہے تقسیم کرنے والا، چونکہ اس فصل کو جب جنس کے ساتھ وجوداً ملائیں تو ایک قسم حاصل ہوتی ہے اور جب جنس کے ساتھ عدماً ملائیں تو دوسری قسم حاصل ہوتی ہے اس لیے کہ اس کو مقسم کہتے ہیں مثلا ناطق کو جب حیوان کیساتھ وجودی طور پر ملائیں تو ایک قسم حیوان ناطق حاصل ہوگی اور جب اس کو حیوان کے ساتھ عدمی طور پر ملائیں تو دوسری قسم حیوان غیر ناطق حاصل ہوگی۔

قوله والمقومُ لِلعالِی اللامُ لِلاستغراقِ ای کلُّ فصلٍ مقومٍ للعالِی فهو فصلٌ مقومٌ للسافلِ لانَّ مقومَ العالِی جزءٌ لِلعالی والعالی جزءٌ للسافلِ وجزءُ الجزءِ جزءٌ فمقومُ العالِی جزءٌ لِلسافلِ ثم انه یُمَیِّزُ السافلَ عن کلِّ مایُمَیِّزُ العالیَ عنه فیکون جزءً ممیزاًله وهو المعنیُّ بالمقومِ ولْیُعْلَمْ انَّ المرادَ بالعالِی ههنا کلُّ جنسٍ اونوعٍ یکونُ فوقَ آخَرَ سواءٌ کان فوقَه آخَرُ اولم یکُنْ وکذالمرادُ بالسافلِ کلُّ جنسٍ اونوعٍ یکون تحتَ آخَرَ سواءٌ کان تحتَه آخَرُ اولا حتّٰی انَّ الجنسَ المتَوَسِّطَ عالٍ بالنسبةِ الی ماتحتَه وسافلٌ بالنسبةِ الی مافوقَه

ترجمہ :۔ مصنف کا قول والمقوم للعالی، لام استغراق کے لیے ہے یعنی ہر وہ فصل جو عالی کے لیے مقوم ہو وہ فصل سافل کے لیے مقوم ہوگی اس لیے کہ عالی کا مقوم عالی کا جزء ہوتا ہے اور عالی جزء ہوتا ہے سافل کا اور جزء کی جزء جزء ہوتی ہے پس عالی کا مقوم سافل کا جزء ہوگا پھر بے شک وہ سافل کو جدا کرتا ہے ان تمام افراد سے جن سے وہ عالی کو جدا کرتا ہے پس وہ اس لیے کہ جزء ممیّز ہوگا اور یہی مراد ہے مقوم سے۔اور جاننا چاہیے کہ عالی سے مراد یہاں پر ہر وہ جنس یا نوع ہے جو کسی کے اوپر ہو خواہ اس کے اوپر کوئی اور ہو یا نہ ہو اور اسی طرح سافل سے مراد وہ جنس یا نوع ہے جو کسی کے نیچے ہو خواہ اس کے نیچے کوئی اور ہو یا نہ ہو حتی

کہ جنس متوسط عالی ہے اپنے ماتحت کے لحاظ سے اور سافل ہے اپنے مافوق کے لحاظ سے۔

﴿تشریح﴾ اللام للاستغراق الخ :۔ یہاں سے المقوم کے الف لام کی تحقیق کی کہ یہ الف لام استغراق کا ہے، مطلب یہ ہے کہ ہر عالی کا مقوم سافل کا مقوم ہوگا۔ مثلاً حساس جسطرح عالی یعنی حیوان کا مقوم ہے اسی طرح سافل یعنی انسان کا بھی مقوم ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ کسی شئی کے مقوم بننے کے لیے دو شرطیں ہیں ایک یہ کہ وہ جزء ہو دوسری یہ کہ وہ ممیّز ہو، اور عالی کے مقوم میں یہ دونوں شرطیں پائی جاتی ہیں، پہلی شرط اس طرح پائی جاتی ہے کہ عالی کا مقوم عالی کا جزء ہوتا ہے اور خود عالی سافل کا جزء ہوتا ہے اور قاعدہ ہے کہ کسی شئی کی جزء کی جزء اس شئی کی جزء ہوتی ہے لہذا عالی کا مقوم سافل کا جزء ہوگا۔ جب عالی کا مقوم سافل کا جزء ہے تو عالی کا مقوم سافل کا بھی مقوم ہوگا۔ اور دوسری شرط اس طرح پائی جاتی ہے عالی کا مقوم جن افراد سے عالی کو جدا کرتا ہے انہی افراد سے سافل کو بھی جدا کرتا ہے مثلاً حساس حیوان کو جن افراد سے جدا کرتا ہے انہی افراد سے انسان کو بھی جدا کرتا ہے لہذا عالی کا مقوم سافل کے لیے جزء ممیّز بھی ہوا۔

ولیعلم الخ :۔ یہاں سے ایک وہم کا ازالہ ہے، وہم یہ ہے کہ شاید مصنف کی عبارت میں عالی سے مراد وہ ہے جو سب سے اوپر ہو اس کے اوپر کوئی اور نہ ہو اور سافل سے مراد وہ ہے جو سب سے نیچے ہو اس کے نیچے کوئی اور نہ ہو۔ اس وہم کو دور کر دیا کہ عالی سے مراد ہر وہ جنس یا نوع ہے جو کسی کے اوپر ہو خواہ اس کے اوپر کوئی اور ہو یا نہ ہو اور سافل سے مراد وہ جنس یا نوع ہے جو کسی کے نیچے ہو خواہ اس کے نیچے کوئی اور ہو یا نہ ہو۔ لہذا جنس متوسط مثلاً جسم نامی عالی بھی ہے اور سافل بھی، عالی ہے اپنے ماتحت یعنی حیوان کے لحاظ سے اور سافل ہے اپنے مافوق یعنی جسم کے لحاظ سے۔

قوله ولاعكسَ اى كلياً بمعنٰى انه ليسَ كلُّ ماهو مُقَوِّمٌ لِلسافلِ مقوّمًا لِلعالِى فان الناطِقَ مقوِّمٌ لِلسافِلِ الذى هو الانسانُ وليس مقوّمًا لِلعالِى الذى هو الحيوانُ قوله والمُقَسِّمُ بالعكسِ اى كلُّ مقَسِّمٍ لِلسافلِ مقَسِّمٌ لِلعالِى ولا عكسَ اى كليًا اَمَّا الاوَّلُ فلانَّ السافلَ قسمٌ من العالِى فكلُّ فصلٍ حصَلَ لِلسافلِ قسمًا فقدْ حصَلَ لِلعالِى قسمًا لانَّ قسمَ القسمِ قسمٌ وامَّاالثانِى فلانَّ الحسَّاسَ مثلًا مقسمٌ للعالِى الذى هو الجسمُ النامِى وليس مقَسِّمًا للسافلِ الذى هو الحيوانُ .

ترجمہ :۔ مصنف کا قول ولاعکس، یعنی کلی طور پر بایں معنیٰ کہ ایسی بات نہیں ہر سافل کا مقوم عالی کا مقوم ہو اس لیے کہ ناطق سافل کا مقوم ہے جو کہ انسان ہے اور یہ عالی کا مقوم نہیں جو کہ حیوان ہے، مصنف کا قول والمقسم بالعکس، یعنی ہر سافل کا مقسم عالی کا مقسم ہے اور اس کا عکس نہیں یعنی کلی طور پر، بہر حال پہلی بات پس اس لیے کہ سافل عالی کی قسم ہے پس ہر وہ فصل جو سافل کو ایک قسم دے تو تحقیق وہ عالی کو بھی ایک قسم دے گی اس لیے کہ قسم کی قسم قسم ہوتی ہے اور بہر حال دوسری بات پس اس لیے کہ حساس

مثلا عالی کا مقسم ہے جو جسم نامی ہے اور یہ سافل کا مقسم نہیں جو کہ حیوان ہے۔

﴿تشریح﴾ ولاعکس الخ :۔مصنف کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ ہر سافل کا مقوم عالی کا مقوم نہیں اس لیے کہ مثلا ناطق یہ سافل یعنی انسان کا مقوم ہے لیکن عالی یعنی حیوان کا مقوم نہیں بلکہ اس کا مقسم ہے

ای کلیا :۔ یہ ایک سوال کا جواب ہے کہ ہر عالی کا مقوم سافل کا مقوم ہے یہ موجبہ کلیہ ہے اور موجبہ کلیہ کا عکس موجبہ جزئیہ آتا ہے جو کہ یہ ہوگا بعض سافل کا مقوم عالی کا مقوم ہوتا ہے، اور یہ درست ہے جیسے حساس، یہ سافل یعنی انسان کا مقوم ہے اسی طرح یہ عالی یعنی حیوان کا بھی مقوم ہے پھر مصنف نے کیسے کہا ولاعکس ؟ اس کا جواب دیا کہ یہاں عکس سے مراد عکس اصطلاحی نہیں بلکہ عکس لغوی ہے، اور موجبہ کلیہ کا عکس لغوی موجبہ کلیہ آتا ہے جو کہ اس طرح بنے گا، ہر سافل کا مقوم عالی کا مقوم ہوتا ہے، ظاہر ہے یہ درست نہیں لہذا مصنف کا یہ کہنا ٹھیک ہے ولاعکس۔

ای کل مقسم الخ :۔ مصنف کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ مقسم عکس کے ساتھ ہے یعنی یہاں دو دعوے ہیں پہلا دعوی یہ ہے کہ ہر سافل کا مقسم عالی کا مقسم ہوگا مثلا ناطق جس طرح سافل حیوان کا مقسم ہے عالی یعنی جسم نامی کا بھی مقسم ہے۔اور دوسری دعوی یہ ہے کہ ہر عالی کا مقسم سافل کا مقسم نہیں ہے۔

ای کلیا :۔ یہ ایک سوال کا جواب ہے کہ ہر سافل کا مقسم عالی کا مقسم ہے یہ موجبہ کلیہ ہے اور موجبہ کلیہ کا عکس موجبہ جزئیہ آتا ہے جو کہ اس طرح ہوگا بعض عالی کا مقسم سافل کا مقسم ہوتا ہے اور یہ درست ہے جیسے ناطق عالی یعنی جسم نامی کا مقسم ہے اسی طرح یہ سافل یعنی حیوان کا بھی مقسم ہے پھر مصنف نے کیسے کہا ولاعکس؟ اس کا جواب دیا کہ یہاں عکس سے مراد عکس اصطلاحی نہیں بلکہ عکس لغوی ہے، اور موجبہ کلیہ کا عکس لغوی موجبہ کلیہ آتا ہے جو کہ اس طرح ہوگا ہر عالی کا مقسم سافل کا مقسم ہوتا ہے، ظاہر ہے کہ یہ درست نہیں لہذا مصنف کا یہ کہنا ٹھیک ہے ولاعکس۔

امـــا الاول الـخ :۔یہاں سے پہلے دعوی کی دلیل ذکر کرتے ہیں کہ ہر سافل کا مقسم عالی کا مقسم ہوگا اس لیے کہ سافل کا مقسم سافل کی قسم ہوتا ہے اور خود سافل عالی کی قسم ہے اور قاعدہ ہے کہ شئی کی قسم کی قسم اس شئی کی قسم ہوتی ہے۔(مثلا ناطق یہ حیوان کی قسم ہے اور حیوان جسم نامی کی قسم ہے، تو ناطق جسم نامی کی بھی قسم ہوا) پس ہر وہ فصل جو سافل کو تقسیم کرے وہ عالی کو بھی تقسیم کرے گی لہذا سافل کا مقسم عالی کا مقسم ہوگا

واماالثانی الخ :یہاں سے دوسرے دعوی کی دلیل ذکر کرتے ہیں کہ ہر عالی کا مقسم سافل کا مقسم نہیں اس لیے کہ مثلا حساس عالی یعنی جسم نامی کا مقسم ہے لیکن سافل یعنی حیوان کا مقسم نہیں بلکہ اس کا مقوم ہے۔

متن : الرابعُ الخاصَّةُ وهو الخارِجُ المقولُ علی ماتحتَ حقیقةٍ واحدةٍ فقط الخامسُ العرضُ العامُّ وهو الخارِجُ المقولُ علیها وعلی غیرِها

چوتھی کلی خاصہ وہ کلی ہے جو خارج ہو اور بولی جائے ایسے افراد پر جو ایک حقیقت کے تحت ہوں پانچویں کلی عرض عام ہے اور وہ وہ کلی ہے جو خارج ہو اور بولی جائے ایک حقیقت اور اس کے غیر پر۔

قولُه وهو الخارِجُ ای الکلِیُّ الخارِجُ فان المَقْسَمَ معتَبَرٌ فی جمیعِ مفهوماتِ الاقسامِ اعلَمْ انَّ الخاصَّةَ تنقَسِمُ الی خاصةٍ شاملةٍ لِجمیعِ ماهی خاصةٌ له کالکاتبِ بالقوةِ لِلانسانِ والی غیرِ شاملةٍ لِجمیعِ افرادِه کالکاتبِ بالفعلِ لِلانسانِ قولُه حقیقةٍ واحدةٍ نوعیةٍ اوجنسیةٍ فالاولُ خاصةُ النوعِ والثانی خاصَّةُ الجنسِ فالماشِی خاصةٌ للحیوانِ وعرضٌ عامٌّ لِلانسانِ فافْهَمْ

ترجمہ : مصنف کا قول وہوالخارج یعنی وہ کلی جو خارج ہو، اس لیے کہ مقسم معتبر ہوتا ہے اقسام کے مفہومات میں، جان تو کہ خاصہ تقسیم ہوتا ہے اس خاصہ کی طرف جو شامل ہو ان تمام افراد کو جن کا وہ خاصہ ہے جیسے کاتب بالقوۃ انسان کے لیے اور اس خاصہ کی طرف جو شامل نہ ہو اپنے تمام افراد کو جیسے کاتب بالفعل انسان کے لیے، مصنف کا قول حقیقۃ واحدۃ، خواہ نوعیہ ہو یا جنسیہ پس اول خاصۃ النوع ہے اور ثانی خاصۃ الجنس ہے پس ماشی خاصہ ہے حیوان کا اور عرض عام ہے انسان کا، پس سمجھ لے۔

﴿تشریح﴾ مصنف کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ خاصہ وہ کلی ہے جو اپنے افراد کی حقیقت سے خارج ہو اور ایسے افراد پر بولی جائے جن کی حقیقت ایک ہو جیسے ضاحک انسان کا خاصہ ہے اس لیے کہ یہ انسان کی حقیقت سے خارج ہے اور زید عمر بکر پر بولا جاتا ہے جن کی حقیقت ایک ہے یعنی انسان۔

ای الکلی الخ :۔ یہ ایک سوال کا جواب ہے کہ مصنف کی عبارت میں خاصۃ مونث ہے اور ہو ضمیر جو اس کی طرف راجع ہے وہ مذکر ہے، تو راجع مرجع میں مطابقت نہ ہوئی؟ اس کا جواب دیا کہ خاصہ کلی کی تاویل میں ہے اور کلی مذکر ہے لہذا راجع مرجع میں مطابقت ہوگئی۔ باقی خاصہ کو کلی کی تاویل میں اس لیے کہ کیا کہ جنس نوع فصل خاصہ اور عرض عام یہ سب کلی کی اقسام ہیں اور کلی مقسم ہے اور مقسم کا اپنے اقسام کے مفہومات میں اعتبار ہوتا ہے اس لیے خاصہ کو کلی کی تاویل میں کیا۔

اعلم الخ :۔ یہاں سے خاصہ کی تقسیم کرتے ہیں، خاصہ کی دو قسمیں ہیں خاصہ شاملہ اور خاصہ غیر شاملہ، خاصہ شاملہ وہ ہے جو اپنے تمام افراد کو شامل ہو، جیسے کاتب بالقوۃ انسان کے لیے، یہ انسان کے تمام افراد کو شامل ہے کیوں کہ سب میں کتابت کی استعداد ہے یا وہ سیکھ سکتے ہیں۔ اور خاصہ غیر شاملہ وہ خاصہ ہے جو اپنے تمام افراد کو شامل نہ ہو جیسے کاتب بالفعل انسان کے لیے، یہ انسان کے تمام افراد کو شامل نہیں بلکہ صرف ان کو شامل ہے جو فی الحال لکھ رہے ہیں۔

نوعیۃ الخ :۔ یہاں سے حقیقۃ واحدہ میں تعمیم ذکر کرتے ہیں، کہ اس میں تعمیم ہے خواہ حقیقت واحدہ نوعیہ ہو یا حقیقۃ واحدہ جنسیہ ہو، اگر خاصہ حقیقۃ واحدہ نوعیہ کے ساتھ خاص ہو تو اس کو خاصۃ النوع کہتے ہیں جیسے ضاحک خاصۃ النوع ہے اس لیے کہ یہ حقیقت واحدہ نوعیہ یعنی انسان کے ساتھ خاص ہے۔ اور اگر خاصہ حقیقت واحدہ جنسیہ کے ساتھ خاص ہو تو اس کو خاصۃ الجنس کہتے ہیں جیسے ماشی، یہ حیوان کا خاصہ ہے جو کہ حقیقۃ واحدہ جنسیہ ہے۔ اور یہی ماشی انسان کا عرض عام ہے۔

فافھم :. یہ ایک سوال وجواب کی طرف اشارہ ہے، سوال یہ ہے کہ خاصہ اور عرض عام متبائنین ہیں، اور متبائنین ایک جگہ جمع نہیں ہوسکتے تو کیسے کہا کہ ماشی خاصہ بھی ہے اور عرض عام بھی؟ اس کا جواب یہ ہے متبائنین ایک جگہ جمع نہیں ہوسکتے جب اعتبار واحد کے ساتھ ہوں، اور جب دو مختلف اعتباروں کے ساتھ ہوں تو جمع ہوسکتے ہیں، یہاں خاصہ اور عرض عام دو مختلف اعتبار سے جمع ہیں، ماشی خاصہ ہے حیوان کے اعتبار سے اور عرض عام ہے انسان کے اعتبار سے۔

قوله وعلى غيرِها كالماشِي يُقالُ على حقيقةِ الانسانِ وعلى غيرِها من الحقائقِ الحيوانيةِ

ترجمہ :۔ مصنف کا قول وعلی غیرہا، جیسے ماشی، اس کا اطلاق ہوتا ہے انسان کی حقیقت پر اور اس کے علاوہ دیگر حقائق حیوانیہ پر۔

تشریح کالماشی :۔ مصنف کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ عرض عام وہ کلی ہے جو اپنے افراد کی حقیقت سے خارج ہو اور ایسے افراد پر بولی جائے جن کی حقیقتیں مختلف ہوں جیسے ماشی، یہ اپنے افراد کی حقیقت سے خارج ہے اور ایسے افراد پر بولا جاتا ہے جن کی حقیقتیں مختلف ہیں مثلاً انسان، فرس، غنم وغیرہ۔

متن : وكلٌّ منهما ان امتَنَعَ انفِكاكُه عن الشئِ فلازمٌ بالنظرِ الى الماهيةِ اوالوجودِ بيّنٌ يَلزَمُ تصورُه من تصورِ الملزومِ اومن تصورِ هما الجزمُ باللزومِ غيرُ بيّنٍ بخلافِه والافعرضٌ مفارِقٌ يدُوُمُ يزولُ بِسرعةٍ اوبطوءٍ

اوران میں سے ہر ایک اگر ممتنع ہو اس کا جدا ہونا شئی سے تو وہ لازم ہے ماہیت یا وجود کے اعتبار سے، بین ہے کہ لازم ہو اس کا تصور ملزوم کے تصور سے یا لازم ہو ان دونوں کے تصور سے لزوم کا یقین غیر بین ہے اس کے خلاف کے ساتھ ورنہ پس عرض مفارق ہے جو دائمی ہوگا یا زائل ہونے والا ہوگا جلدی کے ساتھ یا دیر کے ساتھ۔

قوله وكلٌّ منهمااى كلُّ واحدٍ من الخاصةِ والعرضِ العامِ وبالجملةِ الكليُّ الذى هو عرضيٌّ لِافرادِه اِمَّا لازمٌ اومفارقٌ اذُ لايخُلُو اِمَّا انُ يَستَحِيُلَ انفكاكُه عن معروضِه اولَا فالاوَّلُ هو الاوَّلُ والثانِى هو الثانِى

ترجمہ : مصنف کا قول وکل منہما یعنی خاصہ اور عرض عام میں سے ہر ایک، خلاصہ یہ کہ وہ کلی جو اپنے افراد کی عرضی ہو یا تو لازم ہوگی یا مفارق، اس لیے کہ خالی نہیں اس بات سے کہ یا تو اس کا جدا ہونا محال ہوگا اپنے معروض سے یا نہیں پس اول وہ اول ہے

اور ثانی وہ ثانی ہے

﴿تشریح﴾ ای کل واحد الخ :۔ یہ متن کی وضاحت ہے کہ خاصہ اور عرض عام جو کہ کلی عرضی ہیں، ان میں سے ہر ایک کی دو دو قسمیں ہیں، عرض لازم، عرض مفارق۔ عرض لازم وہ عرض ہے جسکا اپنے معروض سے جدا ہونا محال ہو، جیسے جفت ہونا چار کے لیے۔ اور عرض مفارق وہ عرض ہے جس کا اپنے معروض سے جدا ہونا محال نہ ہو جیسے جوانی انسان کے لیے۔

ثم اللازِمُ ینْقَسِمُ بتَقْسِیمینِ احدُھما انَّ لازِمَ الشئیِ اِمَّا لازمٌ له بالنظرِ الی الماھیۃِ مع قطعِ النظرِ عن خصوصِ وجودِھا فی الخارجِ اوفی الذھنِ وذالک بانْ یکونَ ھذ االشئیُ بحیثُ کلما تحقَّقَ فی الذھنِ اوفی الخارجِ کان ھذا اللازِمُ ثابتاً له واِمَّا لازمٌ بالنظرِ الی وجودِہ الخارجیّ اوالذھنیّ فھذ القسمُ بالحقیقۃِ قسمانِ حاصلانِ فاقسامُ اللازِمِ بھذ التقسیمِ ثلاثۃٌ لازمُ الماھیۃِ کَزوجیۃِ الاربَعَۃِ ولازمُ الوجودِ الخارجیّ کَاِحراقِ النارِ ولازمُ الوجودِ الذھنیّ کَکونِ الانسانِ کلیۃً فھذ القسمُ یسمّٰی معقولًا ثانیًا ایضًا

ترجمہ :۔ پھر لازم منقسم ہوتا ہے دو تقسیموں کے ساتھ، ایک تقسیم یہ ہے کہ شئی کا لازم یا تو اس کو لازم ہوگا ماہیۃ کے اعتبار سے قطع نظر کرتے ہوئے اس کے خارج یا ذہن میں موجود ہونے کی خصوصیت سے اور وہ اس طرح کہ یہ شئی جب بھی پائی جائے گی ذہن میں یا خارج میں یہ لازم اس کے لیے ثابت ہوگا اور یا لازم ہوگا اس کے وجود خارجی یا وجود ذہنی کے اعتبار سے پس یہ قسم حقیقت میں دو قسمیں ہیں جو حاصل ہیں، پس لازم کی اقسام اس تقسیم کے ساتھ تین ہیں، لازم الماہیۃ جیسے چار کا جفت ہونا اور لازم الوجود الخارجی جیسے آگ کا جلانا اور لازم الوجود الذہنی جیسے انسان کا کلی ہونا۔ پس اس قسم کا نام معقول ثانی بھی رکھا جاتا ہے۔

﴿تشریح﴾ ثم اللازم الخ :۔ یہاں سے لازم کی تقسیم کرتے ہیں کہ لازم کی دو تقسیمیں ہیں، پہلی تقسیم یہ ہے کہ لازم کی دو قسمیں ہیں لازم الماہیت اور لازم الوجود، پھر لازم الوجود کی دو قسمیں ہیں، لازم الوجود الخارجی اور لازم الوجود الذہنی، لازم الماہیت وہ لازم ہے جو شئی کو لازم ہو ماہیت کے اعتبار سے قطع نظر کرتے ہوئے وجود خارجی اور وجود ذہنی کے، جیسے چار کا جفت ہونا۔ اب جفت ہونا یہ چار کو لازم ہے چار کی ماہیت کے اعتبار سے، اور لازم الوجود الخارجی وہ لازم ہے جو شئی کو لازم ہو خارج میں جیسے آگ کا جلانا، اب آگ کا جلانا آگ کو لازم ہے خارج میں۔ اور لازم الوجود الذہنی وہ لازم ہے جو شئی کو لازم ہو ذہن میں، جیسے انسان کا کلی ہونا، اب کلی ہونا انسان کو ذہن میں لازم ہے۔

فھذ القسم الخ :۔ یہ ایک اصطلاح بیان کرتے ہیں کہ لازم الوجود الذہنی کو معقول ثانی بھی کہتے ہیں، اس لیے کہ اس کا تصور ثانیاً یعنی دوسرے درجے میں ہوتا ہے مثلاً انسان کا کلی ہونا، اس میں پہلے انسان کا تصور ہوتا ہے اس کے بعد کلی ہونے کا تصور ہوتا ہے۔

والثانی انَّ اللازمَ اِمَّابَیِّنٌ اوغیرُ بیّنٍ والبیّنُ له معنَیَانِ احدُهما الذی یلزَمُ تصورُه من تصورِ الملزومِ کمایلْزَمُ تصورُ البصرِ من تصورِ العمٰی فهذا مایُقَالُ له البیّنُ بالمعنَی الاخَصِّ وحینئذ فغیرُ البیّنِ هو اللازِمُ الذی لایَلْزَمُ تصورُه من تصورِ الملزومِ کالکتابَةِ لِلانسانِ والثانِی من معنَی البیّنِ هو الذی یلزَمُ من تصورِه مع تصورِ الملزومِ والنسبةِ بینهما الجزمُ باللزومِ کزوجیةِ الاربعةِ فانَّ العقلَ بعدَ تصورِ الاربعةِ والزوجیةِ ونسبةِ الزوجیةِ الیها یَحکُمُ بانَّ الزوجیةَ لازمةٌ لها وذالک یقالُ له البیّنُ بالمعنَی الاعمِّ وحینئذ فغیرُ البیّنِ هو اللازِمُ الذی لایَلْزَمُ من تصورِه مع تصورِ الملزومِ والنسبةِ بینهما الجزمُ باللزومِ کالحدوثِ لِلعالَمِ

ترجمہ :۔ اوردوسری تقسیم یہ ہے کہ لازم یا بین ہوگا یا غیر بین ہوگا اور بین کے دومعنی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ لازم ہو اس کا تصور ملزوم کے تصور سے جیسے لازم ہے عمی کے تصور سے بصر کا تصور پس اس کو کہا جاتا ہے بین بالمعنی الاخص اور اس وقت پس غیر بین وہ لازم ہوگا کہ لازم نہ ہو اس کا تصور ملزوم کے تصور سے جیسے کہ کتابت بالقوہ انسان کے لیے اور دوسرا بین کا معنی یہ ہے کہ لازم ہو لازم کے تصور سے ملزوم کے تصور کے ساتھ اور ان کے درمیان نسبت کے تصور کے ساتھ لزوم کا یقین جیسے چار کا جفت ہونا اس لیے کہ عقل چار، جفت ہونے اور جفت کی چار کی طرف نسبت کے تصور کے بعد فیصلہ کرتی ہے کہ جفت ہونا چار کو لازم ہے اور اس کو کہا جاتا ہے بین بالمعنی الاعم اور اس وقت پس غیر بین وہ لازم ہوگا کہ لازم نہ ہو اس کے تصور سے ملزوم کے تصور اور ان کے درمیان نسبت کے تصور کے ساتھ لزوم کا یقین جیسے حدوث عالم کے لیے۔

﴿تشریح﴾ والثانی الخ :۔ یہاں لازم کی دوسری تقسیم ذکر کرتے ہیں کہ لازم کی دوقسمیں ہیں لازم بین اور لازم غیر بین۔ اور بین اور غیر بین میں سے ہر ایک کے دو دو معنی ہیں، لازم بین بالمعنی الاخص، لازم بین بالمعنی الاعم، اور لازم غیر بین بالمعنی الاخص اور لازم غیر بین بالمعنی الاعم

لازم بین بالمعنی الاخص وہ لازم ہے کہ ملزوم کے تصور سے اس کا تصور لازم (ضروری) ہو جیسے عمی کے تصور سے بصر کا تصور لازم ہے۔ اور لازم غیر بین بالمعنی الاخص وہ لازم ہے کہ ملزوم کے تصور سے لازم کا تصور ضروری نہ ہو جیسے انسان کے تصور سے کتابت بالقوۃ کا تصور ضروری نہیں۔ لازم بین بالمعنی الاعم وہ لازم ہے کہ لازم، ملزوم اور ان کے درمیان نسبت کے تصور سے لزوم کا یقین ہو جائے، جیسے زوجیت اربعہ کے لیے لازم بین بالمعنی الاعم ہے، اس لیے کہ اگر اربعہ، زوجیت اور ان کے درمیان نسبت کا تصور کریں تو یقین ہو جاتا ہے کہ زوجیت اربعہ کو لازم ہے، لازم غیر بین بالمعنی الاعم وہ لازم ہے کہ لازم، ملزوم اور ان کے درمیان نسبت کے تصور سے لزوم کا یقین نہ ہو جیسے حدوث عالم کے لیے لازم غیر بین بالمعنی الاعم ہے اس لیے کہ حدوث، عالم اور ان کے

درمیان نسبت کے تصور سے ان کے درمیان لزوم کا یقین نہیں ہوتا۔

فهذاالتقسيمُ الثانِی بالحقيقةِ تقسيمانِ الاانَّ القسمينِ الحاصلينِ على كلِّ تقديرٍ انما يُسمَّيَانِ بالبيّنِ وغيرِ البيّنِ

ترجمہ :۔پس یہ تقسیم درحقیقت دو تقسیمیں ہیں مگر یہ کہ وہ دو قسمیں جو ہر تقدیر پر حاصل ہونے والی ہیں جز یں نیست کہ ان کا نام رکھا جاتا ہے بین اور غیر بین۔

﴿تشریح﴾ فهذاالتقسيم الخ :۔یہ ماقبل کے کلام کا نتیجہ ہے، کہ ماقبل کی تفصیل سے معلوم ہوا کہ یہ دوسری تقسیم درحقیقت دو تقسیمیں ہیں ایک ہے لازم بین بالمعنی الاخص، لازم غیر بین بالمعنی الاخص، اور دوسری تقسیم یہ ہے لازم بین بالمعنی الاعم اور لازم غیر بین بالمعنی الاعم۔

الاان القسمين الخ :۔یہ ایک سوال کا جواب ہے کہ جب یہ دوسری تقسیم دو تقسیمیں ہیں تو مصنف نے ان کو تقسیم واحد کی صورت میں کیوں ذکر کیا؟ اس کا جواب دیا کہ وہ دو قسمیں جو ہر تقسیم سے حاصل ہونی والی ہیں ان کا نام میں بین اور غیر بین آتا ہے اس لیے مصنف نے ان کو تقسیم واحد کی صورت میں ذکر کیا۔

قوله يدومُ كَحركةِ الفلَكِ فانهادائمةٌ لِلفلَكِ وان لم يَمتَنِعُ انفكاكُها بالنظرِ الى ذاتِه قولُه بسرعةٍ كحمرةِ الخَجَلِ وصفرةِ الوَجَلِ قوله اوبطوءٍ كالشبابِ

ترجمہ :۔ مصنف کا قول یدوم جیسے فلک کی حرکت اس لیے کہ یہ دائمی ہے فلک کے لیے اگر چہ ممتنع ہے اس کا جدا ہونا اس کی ذات کے لحاظ سے، مصنف کا قول بسرعۃ جیسے شرمندگی کی سرخی اور خوف کی زردی، مصنف کا قول اوبطوء جیسے جوانی۔

﴿تشریح﴾ قوله يدوم الخ :۔مصنف کی عبارت کا حاصل یہ ہے عرض مفارق کی دو قسمیں ہیں، دائم اور غیر دائم۔ دائم وہ عرض مفارق ہے جو ہمیشہ سے معروض کے ساتھ ہو اگر چہ اس کا جدا ہونا ممتنع نہ ہو اور غیر دائم وہ ہے جو اپنے معروض کے ساتھ ہمیشہ قائم نہ رہے۔ پھر غیر دائم کی دو قسمیں، سریع الزوال، جو جلدی جدا ہو جائے، اور بطئی الزوال جو دیر سے جدا ہو۔ عرض مفارق دائم کی مثال جیسے فلک کی حرکت۔ یہ فلک کے لیے دائمی ہے اگر چہ فی نفسہ اس کا جدا ہونا ممکن ہے۔ اور سریع الزوال جیسے شرمندگی کے وقت چہرے کی سرخی اور اور خوف کے وقت چہرے کی زردی۔ اور بطئی الزوال کی مثال جیسے جوانی۔

متن : فصلٌ مفهومُ الكليّ يسمّٰى كليًا منطقيًا ومعروضُه طبعياً والمجموعُ عقلياً وكذ الانواعُ الخمسةُ والحقُّ انَّ وجودَ الطبعيّ بمعنٰى وجودِ اشخاصِه

یہ فصل ہے، کلی کے مفہوم کا نام رکھا جاتا ہے کلی منطقی اور اس کے معروض کا کلی طبعی اور مجموعے کا کلی عقلی، اور اسی طرح انواع خمسہ ہیں اور حق یہ ہے کہ کلی طبعی کا وجود اپنے افراد کے وجود کے معنی کے ساتھ ہے۔

قوله مفهومُ الكليّ اى مايُطْلَقُ عليه لفظُ الكليّ يعنِى المفهومَ الذى لايمتَنِعُ فرضُ صدقِه على كثيرينَ يسمّٰى كلياً منطقياً فانَّ المنطقيَّ يقصُدُ من الكليّ هذا المعنٰى قولُه ومعروضُه اى مايَصْدُقُ عليه مفهومُ الكليّ كالانسانِ والحيوانِ يسمّٰى كليًا طبعيًا لِوجودِه فى الطبائِعِ يعنِى فى الخارِجِ على ماسيَجِئىُ قولُه والمجموعُ المركبُ من العارضِ والمعروضِ كالانسانِ الكليّ والحيوانِ الكليّ يسمّٰى كلياً عقلياً اذ لاوجودَ له الافى العقلِ

ترجمہ : مصنف کا قول مفہوم الکلی یعنی وہ چیز جس پر لفظ کلی صادق آئے یعنی وہ مفہوم جس کے کثیرین پر صادق آنے کو فرض کرنا ممتنع نہ ہو، اس کا نام رکھا جاتا ہے کلی منطقی اس لیے کہ منطقی کلی سے اسی معنی کا ارادہ کرتا ہے۔ اور مصنف کا قول ومعروضہ، یعنی وہ چیز جس پر کلی کا مفہوم صادق آئے جیسے انسان اور حیوان، اس کا نام رکھا جاتا ہے کلی طبعی بوجہ اس کے پائے جانے کے طبائع میں یعنی خارج میں جیسا کہ عنقریب آئے گا، مصنف کا قول والمجموع یعنی مجموع جو مرکب ہو عارض اور معروض سے جیسے انسان کلی اور حیوان کلی، اس کا نام رکھا جاتا ہے کلی عقلی اس لیے کہ اس کا وجود نہیں ہوتا مگر عقل میں۔

﴿تشریح﴾ **اى مايطلق الخ** :۔ یہاں سے متن کی وضاحت کرتے ہیں کہ یہاں تین اصطلاحیں ہیں کلی منطقی، کلی طبعی اور کلی عقلی۔ کلی منطقی وہ ہے جس پر لفظ کلی کا اطلاق ہوتا ہے یعنی وہ مفہوم جس کا فرض صدق علی کثیرین ممتنع نہ ہو، اس کا نام کلی منطقی ہے اس لیے کہ منطقی کلی سے اسی معنی کا ارادہ کرتا ہے۔

اى مايصدق الخ :۔ یہاں سے کلی طبعی کی تعریف کرتے ہیں، کلی طبعی وہ ہے جس پر کلی کا مفہوم صادق آئے، یعنی کلی کا مصداق۔ جیسے حیوان اور انسان، اس کو کلی طبعی اس لیے کہتے ہیں کہ طبعی طبع سے ہے اور طبع کا معنی ہے خارج، چونکہ یہ بھی خارج میں پائی جاتی ہے اس لیے اس کو کلی طبعی کہتے ہیں

المركب الخ :۔ یہاں سے کلی عقلی کی تعریف کرتے ہیں کلی عقلی کلی منطقی اور کلی طبعی کے مجموعے کو کہتے ہیں جیسے انسان کلی اور حیوان کلی اس کو کلی عقلی اس لیے کہتے ہیں کہ یہ صرف عقل میں پائی جاتی ہے۔

قوله وكذا الانواعُ الخمسةُ يعنِى كما انَّ الكليَّ يكونُ منطقياً وطبعياً وعقلياً كذالك الانوعُ الخمسةُ

یعنِی الجنسَ والفصلَ والنوعَ والخاصةَ والعرضَ العامَ تجْرِی فی کلٍّ منها هذِہ الاعتباراتُ الثلاثُ مثلًا مفهومُ النوعِ اعنِی الکلیَّ المقولَ علی کثیرینَ متفقینَ بالحقیقةِ فی جوابِ ماهو یسمّٰی نوعاً منطقیاً وعلی هذا فَقِسِ البَوَاقِیَ .

ترجمہ:. مصنف کا قول وکذا الانواع الخمسۃ ،یعنی جس طرح کلی منطقی ،طبعی اور عقلی ہوتی ہے اسی طرح انواع خمسہ جنس فصل نوع خاصہ اور عرض عام میں سے ہر ایک میں جاری ہوتے ہیں یہ تین اعتبارات ،مثلا نوع کا مفہوم یعنی وہ کلی جو بولی جائے ایسے کثیر افراد پر ماہو کے جواب میں جو مختلف ہوں حقیقت کے ساتھ اس کا نام رکھا جاتا ہے نوع منطقی اور اسی پر پس قیاس کرلو باقیوں کو۔

﴿تشریح﴾یعنی کما ان الخ:۔ یہاں سے متن کی وضاحت کرتے ہیں کہ جس طرح یہ تین اصطلاحیں (منطقی ،طبعی اور عقلی) کلی میں جاری ہوتی ہیں اس طرح انواع خمسہ جنس نوع فصل خاصہ اور عرض عام میں بھی جاری ہوتی ہیں ،مثلا نوع کی تین قسمیں ہیں نوع منطقی ،نوع طبعی اور نوع عقلی ،نوع منطقی نوع کا مفہوم ہے یعنی وہ کلی جو ایسے کثیرین پر ماہو کے جواب میں بولی جائے جو مختلف بالحقائق ہوں ،اور نوع طبعی نوع کے مصداق کو کہتے ہیں جیسے انسان اور فرس اور نوع عقلی نوع منطقی اور نوع طبعی کے مجموعے کو کہتے ہیں جیسے الانسان النوع۔اسی پر باقیوں جنس ،فصل ،خاصہ اور عرض عام کو قیاس کر لینا چاہیے۔

بلِ الاعتباراتُ الثلاثُ تَجْرِی فی الجزئیِ ایضًا فاذَا قُلنَا زیدٌ جزئیٌ فمفهومُ الجزئیِّ اعنِی مایمتَنِعُ فرضُ صدقِه علی کثیرینَ یسمّٰی جزئیاً منطقیًا ومعروضُه اعنِی زیداً یسمّٰی جزئیاً طبعیاً والمجموعُ اعنِی زیداً الجزئیَّ یسمّٰی جزئیاً عقلیًا.

ترجمہ:۔ بلکہ یہ تینوں اعتبارات جزئی میں بھی جاری ہوتے ہیں مثلا جب ہم کہیں زید جزئی ہے تو جزئی کا مفہوم یعنی جس کے کثیرین پر صادق آنے کو فرض کرنا ممتنع ہو اس کا نام رکھا جاتا ہے جزئی منطقی اور اس کے معروض کا یعنی زید کا نام رکھا جاتا ہے جزئی طبعی اور مجموعے یعنی زید جزئی کا نام رکھا جاتا ہے جزئی عقلی۔

﴿تشریح﴾ بل الاعتبارات الخ:. یہاں سے ایک فائدہ بیان فرماتے ہیں کہ یہ تینوں اصطلاحیں جس طرح کلی اور انواع خمسہ میں جاری ہوتی ہیں اسی طرح جزئی میں بھی جاری ہوتی ہیں۔چنانچہ کہا جاتا ہے جزئی منطقی ،جزئی طبعی اور جزئی عقلی۔جزئی منطقی جزئی کا مفہوم ہے یعنی جس کا کثیرین پر صادق آنا ممتنع ہو۔اور جزئی طبعی جزئی کا مصداق ہے مثلا زید۔اور جزئی عقلی ان دونوں کا مجموعہ کہلاتی ہے جیسے زید جزئی۔

قولُه والحقُّ انَّ وجودَ الطبعیِّ بمعنٰی وجودِ اشخاصِه ، لاینبغِی ان یُشَکَّ فی انَّ الکلیَّ المنطقیَّ غیرُ موجودٍفی الخارجِ فانَّ الکلیةَ انَّما تُعرَضُ لِلمفهوماتِ فی العقلِ ولِذٰا کانتْ من المعقولاتِ الثانیةِ

وکذافِی انَّ العقلیَّ غیرُ موجودٍ فیه فانَّ انتفاءَ الجزءِ یستَلْزِمُ انتفاءَ الکلِّ وانما النزاعُ فیْ انَّ الطبعِیَّ کالانسانِ من حیثُ هو انسانٌ الذی یَعْرِضُه الکلیةُ فی العقلِ هل هوموجودٌ فِی الخارجِ فی ضمنِ افرادِہ ام لا بلْ لیسَ الموجودُ فیه الاالافرادُ والاوَّلُ مذهبُ الحکماءِ والثانِی مذهَبُ بعضِ المتاخرینَ ومنهم المصنِّفُ ولَذٰاقَالَ الحقُّ هو الثانِی

ترجمہ :۔ مصنف کا قول والحق الخ نہیں مناسب کہ شک کیا جائے اس بات میں کہ کلی منطقی خارج میں موجود نہیں اس لیے کہ کلیت نہیں ہے سوائے اس کے کہ عارض ہوتی ہے مفہومات کو عقل میں اور اسی وجہ یہ کلیت معقولات ثانیہ میں سے ہے۔اور اسی طرح (شک نہ کیا جائے) اس بات میں کہ کلی عقلی موجود نہیں خارج میں اس لیے کہ جزء کا انتفاء مستلزم ہے کل کے انتفاء کو، اور جز یں نیست کہ نزاع اس بات میں ہے کہ کلی طبعی جیسے انسان اس حیثیت سے کہ وہ انسان ہے جس کو کلیت عارض ہے عقل میں، کیا وہ موجود ہے خارج میں اپنے افراد کے ضمن میں یا نہیں بلکہ خارج میں موجود نہیں مگر اس کے افراد؟ اور پہلا مذہب جمہور حکماء کا ہے اور دوسرا مذہب بعض متاخرین کا ہے اور انہی میں سے مصنف ہیں اس وجہ سے مصنف نے کہا کہ حق وہ ثانی مذہب ہے۔

﴿تشریح﴾ لاینبغی الخ :۔ یہاں سے متن کی وضاحت کرتے ہیں کہ اس پر اتفاق ہے کہ کلی منطقی خارج میں نہیں پائی جاتی اس لیے کہ کلیت مفہومات کو عقل میں عارض ہوتی ہے، اسی وجہ سے کلیت کو معقولات ثانیہ میں سے شمار کیا جاتا ہے، جب یہ صرف عقل میں پائی جاتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ خارج میں موجود نہیں۔اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ کلی عقلی خارج میں موجود نہیں اس لیے کہ کلی عقلی کل ہے اور کلی منطقی جزء ہے اور جزء کا انتفاء کل کے انتفاء کو مستلزم ہوتا ہے، جب کلی منطقی خارج میں موجود نہیں تو کلی عقلی بھی خارج میں موجود نہیں ہوگی۔اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ کلی طبعی کے افراد خارج میں پائے جاتے ہیں، لیکن اس بات میں اختلاف ہے کہ کلی طبعی اپنے افراد کے ضمن میں خارج میں پائی جاتی ہے یا نہیں ؟ جمہور حکماء کہتے ہیں کہ پائی جاتی ہے اور بعض متاخرین کہتے ہیں کہ نہیں پائی جاتی۔مصنف بھی متاخرین کے مذہب کو راجح قرار دیتے ہیں اسی لیے مصنف نے کہا کہ حق بات یہ ہے کلی طبعی کے خارج میں پائے جانے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے افراد خارج میں پائے جاتے ہیں، خود کلی طبعی نہیں

وذالِکَ لانَّه لووُجِدَ الکلیُّ فی الخارِجِ فی ضمنِ افرادِہ لَزِمَ اتِّصافُ الشئیِ الواحدِ بالصفَاتِ المتَضَادَّةِ کالکلیةِ والجزئیةِ ووجودُ الشئیِ الواحِدِ فی الامکنةِ المتعدَّدَةِ وح فمعنٰی وجودِ الطبعیِّ هو انَّ افرادَہ موجودةٌ وفیه تامَّلٌ وتحقیقُ الحقِّ فی حواشِی التجریْدِ فانظُرْ فیهَا

ترجمہ :۔ اور یہ اس لیے کہ اگر کلی پائی جائے خارج میں اپنے افراد کے ضمن میں تو لازم آئیگا شئی واحد کا متصف ہونا متضاد صفات مثلا کلیت اور جزئیت کے ساتھ اور (لازم آئیگا) شئی کا پایا جانا متعدد مکانوں میں اور اس وقت پس کلی طبعی کے وجود کا معنی

ہوگا کہ اس کے افراد موجود ہیں اوراس میں غور کر، اورحق کی تحقیق تجرید کے حواشی میں ہے پس ان میں دیکھ لے۔

وذالک الـــخ :۔ یہاں سے متاخرین کے مذہب کی دو دلیلیں ذکر کرتے ہیں، پہلی دلیل یہ ہے کہ اگر کلی طبعی اپنے افراد کے ضمن میں خارج میں پائی جائے تو لازم آئیگا کہ شئی واحد صفات متضادہ مثلا کلیت و جزئیت کے ساتھ متصف ہو، مثلا انسان اگر اپنے افراد زید عمرو بکر کے ضمن خارج میں پایا جائے تو لازم آئیگا کہ انسان جو کہ شئی واحد ہے، کلی بھی ہو اور جزئی بھی، اور یہ باطل ہے۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ اگر کلی طبعی اپنے افراد کے ضمن میں خارج میں پائی جائے تو لازم آئیگا کہ شئی واحد متعدد مکانوں میں پائی جائے۔ مثلا زید عمرو بکر مختلف مکانوں میں پائے جاتے ہیں، اگر انسان بھی ان کے ضمن میں پایا جائے تو لازم آئیگا کہ انسان بھی جو کہ شئی واحد ہے، بیک وقت متعدد جگہوں میں ہو ظاہر ہے یہ باطل ہے۔

وفیــه تــامل :۔ یہاں سے شارح نے ان دو دلیلوں پر اعتراض کی طرف اشارہ کر دیا، اعتراض یہ ہے کہ شئی واحد کا صفات متضادہ کے متصف ہونا اور کئی مکانوں میں پایا جانا اس وقت باطل ہے جب وہ شئی واحد ہو وحدۃ فردیہ کے ساتھ، اور اگر وہ شئی واحد ہو وحدت نوعیہ یا وحدت جنسیہ کے ساتھ تو پھر باطل نہیں، انسان واحد ہے وحدۃ شخصیہ کے ساتھ، لہذا اگر یہ اپنے افراد کے ضمن خارج میں پایا جائے تو اس کا متضاد صفات کے ساتھ متصف ہونا اور کئی جگہوں پر پایا جانا باطل نہ ہوگا۔

متن: فصلٌ مُعَرِّفُ الشئیِ مایُقَالُ علیه لِافادَةِ تصورِه ویُشتَرَطُ ان یکونَ مساوِیًا له واجلٰی فلایَصِحَّ بالاعمِّ والاخصِّ والمُسَاوِی معرِفَةً وجهالةً والاخفٰی

یہ فصل ہے، شئی کا معرف وہ چیز ہے جو اس شئی پر محمول ہو اس کے تصور کا فائدہ دینے کے لیے اور مشروط ہے یہ بات کہ وہ وہ اس شئی کے مساوی ہو اور زیادہ واضح ہو پس صحیح نہیں ہے تعریف کرنا اعم اور اخص اور اس چیز کے ساتھ جو برابر ہو معلوم ہونے اور مجہول ہونے کے لحاظ سے اور (تعریف نہیں صحیح) اس شئی سے زیادہ خفی چیز کے ساتھ

قولُـه مُـعَـرِّفُ الشـئـیِ بـعـدَ الفراغِ عن بیانِ مایَتَرَکَّبُ منه المعرِّفُ شَرَعَ فی البحثِ عنه وقَدْ عَلِمْتَ انَّ الـمـقصودَ بالذاتِ فی هذاالفنِّ هو البحثُ عنه وعن الحجةِ وعَرَّفَه بانَّه مایُحمَلُ علی الشئیِ ای المُعرَّفِ لِیُفِیدَ تصورَ هذاالشئیِ اِمَّا بِکُنْهِهِ اوبوجهٍ یمتَازُ عن جمیعِ ماعَدَاهُ

ترجمه :۔ مصنف کا قول معرف الشئی، ان چیزوں کے بیان سے فارغ ہونے کے بعد جن سے معرِّف مرکب ہوتا ہے، شروع ہوئے معرف کی بحث میں، اور تو جان چکا ہے کہ اس فن میں مقصود بالذات وہ بحث کرنا ہے معرف اور حجت سے اور اس کی تعریف کی بایں طور کہ یہ وہ چیز ہے جو کسی شی یعنی معرَّف پر محمول ہوتا کہ اس شئی کے تصور کا فائدہ دے یا اس کی حقیقت کے ساتھ یا اس طور پر کہ وہ شئی ممتاز ہو جائے اپنے جمیع ماسوا سے۔

﴿تشریح﴾ بعد الفراغ الخ :۔ یہ ماقبل کے ساتھ ربط کا بیان ہے کہ منطق میں مقصود معرف اور حجت سے بحث کرنا ہے، جب مصنف ان چیزوں کے بیان سے فارغ ہوئے جن سے معرف مرکب ہوتا ہے تو اب خود معرف کی بحث میں شروع ہوتے ہیں۔ چنانچہ معرف کی تعریف مصنف نے اس طرح کی کہ معرف وہ چیز ہے جو کسی شئی پر محمول ہوتا کہ اس شئی کا تصور حاصل ہوجائے دو طریقوں میں سے کسی ایک طریقے پر، یا تو اس شئی کی پوری حقیقت معلوم ہوجائے اور یا وہ اپنے جمیع ماسوا سے ممتاز ہوجائے۔ جیسے انسان کی تعریف کریں حیوان ناطق کے ساتھ، تو حیوان ناطق انسان کا معرف ہے اس لیے کہ حیوان ناطق سے انسان کی پوری حقیقت معلوم ہوجاتی ہے اور وہ جمیع ماسوا سے ممتاز بھی ہوجاتا ہے۔

ولِهٰذا لَمْ يَجُزْ انْ يكونَ اعمَّ مطلقًا لانَّ الاعمَّ لايفيدُ شئيًا منها كالحيوانِ في تعريفِ الانسانِ فانَّ الحيوانَ ليسَ كنهُ الانسانِ لانَّ حقيقةَ الانسانِ هو الحيوانُ الناطِقُ وايضاً لايُمَيِّزُ الانسانَ عن جميعِ ماعَدَاه لانَّ بعضَ الحيوانِ هو الفَرَسُ وكذا الحَالُ في الاعمِّ منْ وجهٍ

ترجمہ :۔ اور اسی لیے جائز نہیں کہ معرف اعم مطلق ہو اس لیے کہ اعم ان میں کسی شئی کا فائدہ نہیں دیتا جیسے حیوان انسان کی تعریف میں کیونکہ حیوان انسان کی حقیقت نہیں اس لیے کہ انسان کی حقیقت وہ حیوان ناطق ہے اور نیز یہ انسان کو ممتاز نہیں کرتا ہے اپنے تمام ماسوا سے کیونکہ بعض حیوان فرس ہیں، اور اسی طرح حال ہے اعم من وجہ میں۔

﴿تشریح﴾ ولهذا الخ :۔ یہ ماقبل پر تفریع ہے، کہ چونکہ معرف شئی کے تصور کا فائدہ دیتا ہے ان دو طریقوں میں سے کسی ایک طریقے کے ساتھ، اسی لیے اعم کو معرف بنانا جائز نہیں، کیونکہ اعم نہ تو شئی کی پوری حقیقت ہوتا ہے اور نہ ہی وہ وہ اس کو جمیع ماعدا سے ممتاز کرتا ہے، مثلاً انسان کی تعریف حیوان کے ساتھ کرنا جائز نہیں اس لیے کہ حیوان اعم ہے، وجہ اس کی یہ ہے کہ حیوان نہ تو انسان کی حقیقت ہے اور نہ ہی وہ انسان کو تمام ماسوا سے ممتاز کرتا ہے کیونکہ حیوان انسان کو فرس وغیرہ سے ممتاز نہیں کرتا۔

وکذالحال الخ :۔ یہاں سے ایک فائدہ بیان کیا کہ اعم من وجہ کو بھی معرف بنانا جائز نہیں، جیسے حیوان کی تعریف کریں ابیض کے ساتھ، اس لیے کہ اعم من وجہ بھی ان دو باتوں میں سے کسی بات کا فائدہ نہیں دیتا۔

وَامَّاالاخصُّ اعنِي مطلقًا فهو وان جَازَ انْ يُفِيدَ تصورُه تصورَ الاعمِّ بالكُنْهِ اوبوجهٍ يمتَازُ به عن جميعِ ماعداه كماإذَاتَصَوَّرْتَ الانسانَ بانَّه حيوانٌ ناطقٌ فقد تَصَوَّرْتَ الحيوانَ في ضمنِ الانسانِ باحدِ الوجهينِ لكِنْ لمَّاكانَ الاخصُّ اقلَّ وجودًا في العقلِ واخفٰى في نظرِه وشانُ المُعَرِّفِ ان يكونَ اعْرَفَ من المعرَّفِ لم يَجُزْ ان يكونَ اخصَّ منه ايضًا .

ترجمہ :۔ اور بہر حال اخص یعنی اخص مطلق، پس وہ اگرچہ جائز ہے کہ فائدہ دے اس کا تصور اعم کے تصور کا حقیقت کے ساتھ

یا اس طور پر کہ وہ ممتاز ہوجائے اس کی وجہ سے اپنے جمیع ماسوا سے جیسے کہ جب تم تصور کروانسان کا اس طور پر کہ یہ حیوان ناطق ہے تو تحقیق تم نے تصور کرلیا حیوان کا انسان کے ضمن میں دو طریقوں میں ایک طریقے کے ساتھ لیکن چونکہ اخص کا وجود قلیل ہے عقل میں اور خفی ہے عقل کی نظر میں اور معرف کی شان یہ ہے کہ وہ معرف سے زیادہ مشہور ہو تو یہ بھی جائز نہیں کہ معرف اس سے اخص ہو۔

﴿تشریح﴾ **واما الاخص الخ :۔** یہاں سے ایک وہم کا ازالہ ہے، وہم یہ ہے کہ شاید اخص کو معرف بنانا جائز ہوگا مثلا حیوان کی تعریف کریں انسان کے ساتھ، اس لیے کہ اخص ان دونوں باتوں کا فائدہ دے سکتا ہے، کیونکہ ممکن ہے انسان سے حیوان کی پوری حقیقت معلوم ہوجائے اور انسان حیوان کو تمام ماسوا سے ممتاز بھی کردے، اس وہم کو دور کردیا کہ اخص کو بھی معرف بنانا جائز نہیں اس لیے کہ اگر چہ اخص سے یہ دونوں فائدے حاصل ہوجاتے ہیں لیکن عقل میں اخص کا وجود قلیل ہے اور خفی ہے، جبکہ معرف کو معرَّف سے زیادہ مشہور ہونا چاہیے، لہذا اخص کا معرف بننا بھی جائز نہیں۔

کما اذا تصورت الخ :۔ یہ ایک سوال کا جواب ہے سوال یہ ہے کہ حیوان کی تعریف اگر انسان کے ساتھ کریں تو حیوان کا تصور کیسے حاصل ہوگا کیونکہ انسان تو نام ہے حیوان ناطق کا؟ اس کا جواب دیا کہ جب ہم حیوان ناطق کا تصور کرتے ہیں تو اس کے ضمن میں حیوان کا تصور بھی ہوجاتا ہے۔

وقد عُلِمَ من تعریفِ المعرِّفِ بمایُحمَلُ علی الشئِ انَّه لایجوزُ ان یکونَ مُبَائِنًا لِلمعرَّفِ فتعَیَّنَ ان یکونَ مساوِیًا لہ ثم ینبغِی ان یکونَ اعرَفَ من المعرَّفِ فی نظرِ العقلِ لانَّه معلومٌ موصِلٌ ای تصورٌ مجھولٌ ھو المعرَّفُ لااخفٰی ولامساوِیًا له فی الخفاءِ والظھورِ

ترجمہ :۔ اور تحقیق معلوم ہوگئی ہے معرف کی اس تعریف سے کہ وہ چیز ہے جو شئی پر محمول ہو (معلوم ہوگئی) یہ بات کہ جائز نہیں کہ معرف مبائن ہو اس شئی کے پس متعین ہے کہ وہ اس کے مساوی ہو پھر مناسب ہے کہ وہ معرف سے زیادہ مشہور ہو عقل کی نظر میں کیونکہ معرف معلوم ہوتا ہے جو موصل ہوتا ہے مجہول تصور تک جو کہ معرف ہوتا ہے، نہ اس سے خفی ہو اور نہ اس کے مساوی ہو خفی ہونے اور ظاہر ہونے میں۔

﴿تشریح﴾ **وقد علم الخ :۔** یہ ایک سوال کا جواب ہے کہ جس طرح اعم اور اخص کو معرف بنانا جائز نہیں اسی طرح مبائن کو معرف بنانا بھی جائز نہیں مثلا انسان کی تعریف پتھر کے ساتھ جائز نہیں تو مصنف نے اس کو ذکر کیوں نہیں کیا؟ اس کا جواب دیا کہ معرف اس چیز کو کہتے ہیں کہ جو شئی پر محمول ہو، اس تعریف سے معلوم ہوگیا کہ مبائن معرف نہیں بن سکتا کیونکہ مبائن شئی پر محمول نہیں ہوسکتا۔

فتعین الخ :۔ یہ ماقبل پر تفریع ہے کہ جب یہ بات معلوم ہوگئی کہ وہ چیز جو شئی سے اعم ہو یا اخص ہو یا مبائن ہو وہ معرف نہیں بن سکتی تو متعین ہو گیا کہ شئی کا معرف وہ ہو سکتا ہے جو اس کے مساوی ہو۔

ثم ینبغی الخ :۔ یہاں سے ایک فائدہ بیان کیا کہ معرف کا معرف کے مساوی ہونا ضروری ہے اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ معرِّف معرَّف سے زیادہ مشہور ہو کیونکہ معرِّف ایک معلوم تصور ہوتا ہے جو مجہول تصور تک پہنچانے والا ہوتا ہے لہذا اس کو معرَّف سے زیادہ مشہور ہونا چاہیے۔ نہ تو وہ معرَّف سے زیادہ خفی ہو اور نہ خفی ہونے اور ظاہر ہونے میں اس کے برابر ہو۔ زیادہ خفی ہو اس کی مثال جیسے آگ کی تعریف کریں کہ وہ جسم ہے نفس کی طرح۔ اس میں نفس آگ سے زیادہ خفی ہے۔ اور خفاء اور ظہور میں مساوی ہو اس کی مثال جیسے باپ کی تعریف کریں کہ باپ وہ ہے جس کا بیٹا ہو۔ اب یہاں معرف اور معرف دونوں خفاء وظہور میں مساوی ہیں۔

متن : **والتعریفُ بالفصلِ القریبِ حدٌّ وبالخاصَّةِ رسمٌ فان کانَ معَ الجنسِ القریبِ فتامٌ والا فناقِصٌ**
اور فصل قریب کے ساتھ تعریف کرنا حد ہے اور خاصہ کے ساتھ کرنا رسم ہے پس اگر جنس قریب کے ساتھ ہو تو وہ تام ہے ورنہ پس ناقص ہے۔

قولُه بالفصلِ القریبِ التعریفُ لابُدَّله انْ یشمَلَ علی امرٍ یختَصُّ بالمعرَّفِ ویُساوِیه بناءً علی ماسَبَقَ من اشتراطِ المُساوَاةِ فهذ الامرُ انْ کانَ ذاتیًا کانَ فصلاً قریبًا وان کانَ عرضیاً کانَ خاصةً لامحالَةَ فعلَی الاوَّلِ یسمّٰی المعرِّفُ حداًوعلَی الثانِی یسمّٰی رسمًا ثم کلٌّ منهما انِ اشتَمَلَ علی الجنسِ القریبِ یسمّٰی حداًتامًا ورسمًا تامًا وان لم یَشتَمِلُ علی الجنسِ القریبِ سواءٌ اشتَمَلَ علی الجنسِ البعیدِ او کانَ هناکَ فصلٌ قریبٌ وحدَه او خاصَّةً وحدَها یسمّٰی حداً ناقصًا ورسمًا ناقِصًا هذا محصَّلُ کلامِهم وفیه ابحاثٌ لا یَسَعُهاالمُقَامُ

ترجمہ :۔ مصنف کا قول بالفصل القریب، تعریف کے لیے ضروری ہے کہ وہ ایسے امر پر مشتمل ہو جو معرَّف کے ساتھ خاص ہو اور اس کے مساوی ہو بناء کرتے ہوئے اس بات پر جو گزری یعنی مساوات کا مشروط ہونا پس یہ امر اگر ذاتی ہو تو فصل قریب ہوگا اور اگر عرضی ہو تو خاصہ ہوگا لامحالہ، پس پہلی تقدیر پر معرف کا نام رکھا جائیگا حد اور دوسری تقدیر پر رکھا جائیگا رسم، پھر ان میں سے ہر ایک اگر مشتمل ہو جنس قریب پر تو اس کا نام رکھا جائیگا حد تام اور رسم تام، اور اگر جنس قریب پر مشتمل نہ ہو برابر ہے جنس بعید پر مشتمل ہو یا وہاں صرف فصل قریب یا صرف خاصہ ہو تو اس کا نام رکھا جائیگا حد ناقص اور رسم ناقص، یہ مناطقہ کے کلام کا حاصل ہے اور اس میں چند بحثیں ہیں، مقام جن کی گنجائش نہیں رکھتا۔

﴿تشریح﴾ التعریف الخ :۔متن کی وضاحت کرتے ہیں کہ ماقبل سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ معرف کا معرف کے مساوی ہونا ضروری ہے، اس سے معلوم ہوا کہ تعریف میں ایسے امر کا ہونا ضروری ہے جو معرَّ ف کے ساتھ خاص ہو اور اس کے مساوی ہو، پھر وہ امر یا تو ذاتی ہوگا یا عرضی، اگر ذاتی ہو تو وہ فصل قریب ہے اگر عرضی ہو تو وہ خاصہ ہے۔ لہٰذا اگر تعریف فصل قریب پر مشتمل ہو تو اس کا نام حد ہے اور اگر خاصہ پر مشتمل ہو تو اس کا نام رسم ہے۔ پھر حد اور رسم میں سے ہر ایک جنس قریب پر مشتمل ہوگی یا نہیں، اگر جنس قریب پر مشتمل ہو تو وہ حد تام اور رسم تام ہے، اگر نہ ہو تو عام ہے خواہ جنس بعید پر مشتمل ہو یا صرف فصل قریب یا صرف خاصہ پر مشتمل ہو تو وہ حد ناقص اور رسم ناقص ہے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ معرِّ ف کی چار اقسام ہیں، حد تام، حد ناقص، رسم تام، رسم ناقص۔ حد تام کسی شئی کا وہ معرف ہے جو جنس قریب اور فصل قریب سے مرکب ہو۔ جیسے انسان کی تعریف حیوان ناطق کے ساتھ۔ حد ناقص کسی شی کا وہ معرف ہے جو جنس بعید اور فصل قریب سے مرکب ہو یا صرف فصل قریب پر مشتمل ہو، جیسے انسان کی تعریف جسم ناطق یا صرف ناطق کے ساتھ۔ رسم تام کسی شئی کا وہ معرف ہے جو اس شئی کی جنس قریب اور خاصہ سے مرکب ہو جیسے انسان کی تعریف حیوان ضاحک کے ساتھ، اور رسم ناقص کسی شئی کا وہ معرف ہے جو اس شئی کی جنس بعید اور خاصہ سے یا صرف خاصہ سے ملکر بنے جیسے انسان کی تعریف جسم ضاحک یا صرف ضاحک کے ساتھ۔

متن : ولَمْ يعتَبِروُا بالعرضِ العامِّ وقد اُجِيزَ فِي الناقِصِ ان يكونَ اعمَّ كَاللفظيِّ وهو مايُقْصَدُ به تفسيرُ مدلولِ اللفظِ

اور مناطقہ نے اعتبار نہیں کیا عرض عام کا، اور کبھی جائز قرار دیا جاتا ہے تعریف ناقص میں کہ وہ اعم ہو مثل تعریف لفظی کے اور تعریف لفظی وہ ہے جس کے ذریعہ ارادہ کیا جائے لفظ کے مدلول کی تفسیر کا۔

قوله ولم يعتَبِروا بالعرضِ العامِ قالُوا الغرضُ مِنَ التعريفِ اِمَّا اللاطلاعُ على كنهِ المُعَرِّفِ او امتيازِه عن جميعِ ماعَدَاه والعرضُ العامُّ لايُفيدُ شئياً منها فَلِذٰا لم يعتبَروه فى مقامِ التعريفِ والظاهرُ انَّ غرضَهم من ذالِكَ انَّه لم يعتَبروه منْفَرِدًا واَمَّاالتعريفُ بِمجموعِ امورٍ كلُّ واحدٍ منها عرضٌ عامٌ لِلمعَرَّفِ لكن المجموعَ يَخُصُّه كَتعريفِ الانسانِ بِماشٍ مستقيمِ القامَةِ وتعريفِ الخفاشِ بَالطائرِ الوَلُودِ فهو تعريفٌ بخاصةٍ مركبةٍ وهو معتَبَرٌ عندَهم كماصَرَّحَ به بعضُ المتاخّرينَ

ترجمه :۔ مصنف کا قول ولم یعتبروا، منطقیوں نے کہا کہ تعریف سے غرض یا تو اطلاع پانا ہے معرف کی حقیقت پر یا اس کا ممتاز ہونا ہے اس کے جمیع ماعدا سے اور عرض عام ان میں سے کسی چیز کا فائدہ نہیں دیتا پس اس وجہ سے انہوں نے اس کا اعتبار نہیں کیا

مقام تعریف میں۔اور ظاہر یہ ہے کہ ان کا مقصد اس سے یہ ہے کہ انہوں نے اس کا اعتبار نہیں کیا اکیلے، بہر حال ایسے امور کے مجموعے کے ساتھ تعریف کرنا کہ ان میں سے ہر ایک معرف کا عرض عام ہو لیکن مجموعہ اس کے ساتھ خاص ہو جیسے انسان کی تعریف کرنا ماشی مستقیم القامۃ (چلنے والا سیدھا کھڑا ہونے والا) کے ساتھ اور چمگادڑ کی تعریف کرنا الطائر الولود (پرندہ بچے دینے والا) کے ساتھ تو یہ تعریف ہے خاصہ مرکبہ کے ساتھ، اور وہ معتبر ہے ان کے نزدیک جیسا کہ بعض متاخرین نے اسکی تصریح کی۔

﴿تشریح﴾ قالوا الخ :۔ یہاں سے متن کی وضاحت کرتے ہیں کہ منطقیوں نے تعریف میں عرض عام کا اعتبار نہیں کیا، اس لیے کہ تعریف سے مقصود دو باتوں میں سے ایک بات ہوتی ہے یا تو معرَّف کی پوری حقیقت معلوم ہو جائے اور یا وہ جمیع ماعدا سے ممتاز ہو جائے، عرض عام ان باتوں میں سے کسی چیز کا فائدہ نہیں دیتا۔

والظاهر الخ :۔ یہ ایک سوال کا جواب ہے کہ ہم تسلیم نہیں کرتے کہ منطقیوں نے عرض عام کا اعتبار نہیں کیا، اس لیے کہ انسان کی تعریف کبھی ماشی مستقیم القامۃ کے ساتھ کی جاتی ہے، اور ماشی اور مستقیم القامۃ دونوں عرض عام ہیں، اور چمگادڑ کی تعریف کبھی الطائر الولود کے ساتھ کی جاتی ہے اور یہ بھی چمگادڑ کے عرض عام ہیں؟ اس کا جواب دیا کہ تعریف میں عرض عام کے اعتبار نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ عرض عام کا اکیلے اعتبار نہیں کیا جاتا، ہاں کئی عرض عام مل جائیں تو پھر تعریف میں ان کا اعتبار ہوتا ہے اور پھر وہ عرض عام نہیں رہتے خاصہ مرکبہ بن جاتے ہیں، ماشی مستقیم القامۃ، اور الطائر الولود کا اعتبار بھی اس لیے کیا گیا کہ ان کا مجموعہ خاصہ مرکبہ بن گیا ہے۔

متن : وقد اُجِيزَ فی الناقِصِ ان يكونَ اعمَّ كَاللفظِىِّ وهو مايُقصَدُ به تفسيرُ مدلولِ اللفظِ
اور تحقیق جائز قرار دیا گیا ہے تعریف ناقص میں اس بات کو کہ وہ اعم ہو مثل تعریف لفظی میں اور وہ وہ ہے کہ ارادہ کیا جائے جس کے ذریعہ لفظ کے مدلول کی تفسیر کا۔

قوله وقد اُجيزَ فی الناقِصِ الخ اشارةٌ الى ماَاجازَهُ المتَقَدِّمُون حيثُ حقَّقُوا انَّه يجوزُ التعريفُ بالذاتِى الاعمِّ كتعريفِ الانسانِ بالحيوانِ فيكونُ حدًا ناقصًا اوبالعرضِ العامِّ كتعريفِه بالماشِى فيكونُ رسماًناقصاً بل جَوَّزُوا التعريفَ بالعرضِ الاخصِّ ايضًا كتعريفِ الحيوانِ بالضاحِكِ لكنَّ المصنِّفَ لم يَعْتَدَّ به لِزعمِه انَّه التعريفُ بالاخفٰى فهو غيرُ جائزٍ اصلًا

ترجمہ :۔ مصنف کا قول وقد اجیز الخ، یہ اشارہ ہے اس بات کی طرف جس کو جائز قرار دیا متقدمین نے اس طور پر کہ انہوں نے ثابت کیا اس بات کو کہ ذاتی اعم کے ساتھ تعریف جائز ہے جیسے انسان کی تعریف حیوان کے ساتھ پس یہ حد ناقص ہوگی یا عرض عام کے ساتھ جیسے انسان کی تعریف ماشی کے ساتھ پس یہ رسم ناقص ہوگی، بلکہ انہوں نے جائز رکھا عرض اخص کے ساتھ تعریف کو

بھی جیسے حیوان کی تعریف کرنا ضاحک کے ساتھ لیکن مصنف نے اس کا اعتبار نہیں کیا بوجہ اس کے گمان کرنے کے اس بات کا کہ یہ اخفی کے ساتھ تعریف ہے پس وہ بالکل جائز نہیں۔

﴿تشریح﴾ اشارۃ الخ :۔ یہاں سے متن کی وضاحت کرتے ہیں کہ پیچھے جس تعریف کا ذکر تھا وہ تعریف تام کہلاتی ہے، یہاں سے تعریف ناقص ذکر کی، کہ تعریف ناقص میں کبھی اعم کے ساتھ تعریف بھی جائز ہوتی ہے، جیسے انسان کی تعریف حیوان کے ساتھ، اس وقت یہ تعریف ناقص کی حد ناقص ہوگی، اور کبھی عرض عام کے ساتھ بھی تعریف کرتے ہیں جیسے انسان کی تعریف ماشی کے ساتھ، اس وقت یہ تعریف ناقص کی رسم ناقص ہوگی۔

بل جوزوا الخ : ۔ایک فائدہ بیان کرتے ہیں کہ متقدمین نے تعریف ناقص میں عرض اخص کے ساتھ تعریف کو بھی جائز رکھا، جیسے حیوان کی تعریف ضاحک کے ساتھ، اب ضاحک حیوان کی عرضی ہے اور اس سے خاص بھی ہے۔

لکن المصنف الخ :۔ یہ ایک سوال کا جواب ہے کہ جب عرض اخص کے ساتھ تعریف جائز ہے تو مصنف نے اس کو ذکر کیوں نہ کیا؟ اس کا جواب دیا کہ مصنف کے نزدیک عرض اخص کے ساتھ تعریف کرنا جائز نہیں اس لیے کہ اخص اخفی ہوتا ہے اور اخفی کے ساتھ تعریف جائز نہیں ہوتی، اس لیے مصنف نے اس کو ذکر نہیں کیا۔

قولُه كَاللفظيِّ اى كمااُجِيزَ فی التعريفِ اللفظيِّ كونُه اعمَّ كقولِهم السعدانَةُ نبتٌ قولُه تفسيرُ مدلولِ اللفظِ اى تعيينُ مسمَّى اللفظِ بينَ المعانِى المخزونَةِ فی الخَاطِرِ فليسَ فيه تحصيلُ مجهولٍ عن معلومٍ كمافی المعرِّفِ الحقيقيِّ فافْهَمْ

ترجمہ :۔مصنف کا قول کاللفظی یعنی جس طرح کہ جائز قرار دیا گیا تعریف لفظی میں اس بات کو کہ وہ اعم ہو جیسے ان کا قول السعدانۃ نبت ،مصنف کا قول تفسیر مدلول اللفظ یعنی لفظ کے مسمی کو متعین کرنا ان معانی کے درمیان میں سے جو دل میں جمع ہوتے ہیں پس اس میں مجہول کی تحصیل نہیں ہوتی معلوم سے جیسے کہ تعریف حقیقی میں ہوتا ہے پس سمجھ جا۔

﴿تشریح﴾ ای کمااجیز الخ :۔ یہاں سے متن کی وضاحت کرتے ہیں کہ تعریف لفظی بھی اعم کیساتھ جائز ہے، جیسے السعدانۃ نبت ،اس میں نبت سعدانہ سے عام ہے۔

ای تعیین الخ :۔ یہ تعریف لفظی کی تعریف ہے، تعریف لفظی کہتے ہیں کہ ایک لفظ کے کئی معنی ہوں ان میں سے کسی ایک معنی کو متعین کرنا۔ اس سے معلوم ہوا کہ تعریف لفظی میں امر معلوم سے کسی امر مجہول کو حاصل نہیں کیا جاتا جیسے کہ تعریف حقیقی میں کیا جاتا ہے، بلکہ اس میں لفظ کے کسی ایک معنی کو متعین کیا جاتا ہے۔

فافھم :۔ یہاں سے شارح نے تعریف حقیقی اور تعریف لفظی کے درمیان فرق کی طرف اشارہ کر دیا کہ تعریف حقیقی

میں استحصال ہوتا ہے یعنی امر مجہول کو حاصل کیا جاتا ہے، جبکہ تعریف لفظی میں استحضار ہوتا ہے یعنی کسی ایک معنی کو متعین و حاضر کیا جاتا ہے۔

متن: فصلٌ فی التصدیقاتِ القضیةُ قولٌ یحتَمِلُ الصدقَ والکذبَ فانْ کانَ الحکمُ فیها بِثبوتِ شئی لِشئی اونفیِه عنه فحملیةٌ موجبةٌ اوسالبةٌ ویسمّٰی المحکومُ علیه موضوعًا والمحکومُ به محمولًا والدالُّ علی النسبةِ رابطةٌ وقد اُستُعِیرَ لَها هُوَ

یہ فصل ہے تصدیقات میں، قضیہ وہ قول ہے جو صدق اور کذب کا احتمال رکھے پس اگر اس میں حکم ہوا یک شئی کے دوسری شئی کے لیے ثبوت کا یا اس سے اس شئی کی نفی کا تو وہ حملیہ ہے موجبہ ہوگا یا سالبہ اور محکوم علیہ کا نام رکھا جاتا ہے موضوع اور محکوم بہ کا محمول، اور وہ لفظ جو نسبت پر دال ہو رابطہ ہے اور تحقیق اس رابطہ کے لیے مستعار لیا گیا ہے ہو کو۔

قولـه القضیةُ قولٌ القولُ فی عرفِ هذا الفنِّ یقال للمرکبِ سواء کان مرکباًمعقولًا اوملفوظاً فالتعریفُ یشمَلُ القضیةَ المعقولةَ والملفوظةَ قولُه یحتَمِلُ الصدقَ الصدقُ هو المطابَقةُ للواقعِ والکذبُ هو اللامطابقةُ له وهذاالمعنٰی لایَتَوَقَّفُ معرفتُه علی معرفةِالخبرِ والقضیةِ فلایَلْزَمُ الدورُ قوله موضوعًا لانَّه وُضِعَ وعُیِّنَ لِیُحکَمَ علیه قولُه محمولًا لانه امرٌ جُعِلَ محمولًالِموضوعِه

ترجمہ:۔ مصنف کا قول القضیۃ قول، قول اس فن کے عرف میں مرکب کو کہا جاتا ہے برابر ہے وہ مرکب معقول ہو یا ملفوظ ہو پس یہ تعریف شامل ہوگی قضیہ معقولہ اور قضیہ ملفوظہ کو، مصنف کا قول تحتمل، صدق وہ مطابقۃ ہے واقع کی، اور کذب وہ عدم مطابقۃ کی واقع کی، اور اس معنی کا سمجھنا موقوف نہیں ہے خبر اور قضیہ کے سمجھنے پر پس دور لازم نہیں آئیگا۔ مصنف کا قول موضوعا، اس لیے کہ اس کو وضع کیا گیا ہے اور معین کیا گیا ہے تا کہ اس پر حکم لگایا جائے، مصنف کا قول محمولا اس لیے کہ یہ وہ امر ہوتا ہے جس کو محمول بنایا جاتا ہے اس کے موضوع کے لیے۔

﴿تشریح﴾ قولہ القضیۃ :۔ مصنف کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ قضیہ وہ قول ہے جو صدق اور کذب کا احتمال رکھے

القول الخ :۔ یہ ایک سوال کا جواب ہے کہ قضیہ کی یہ تعریف جامع نہیں اس لیے کہ یہ قضیہ معقولہ پر صادق نہیں، کیونکہ اس تعریف میں قول مذکور ہے اور قول کا اطلاق صرف قضیہ ملفوظہ پر ہوتا ہے، معقولہ پر نہیں۔ اس کا جواب دیا کہ قول سے مراد مرکب ہے خواہ وہ مرکب معقول ہو یا مرکب ملفوظ ہو۔ اب یہ تعریف قضیہ ملفوظہ اور قضیہ معقولہ دونوں کو شامل ہوگی۔

الصدق الخ :۔ یہ ایک سوال کا جواب ہے کہ قضیہ کی یہ تعریف دور پر مشتمل ہے جو کہ جائز نہیں، وہ اس طرح کہ قضیہ کی تعریف میں صدق اور کذب مذکور ہے، صدق کا معنی ہے وہ خبر جو واقع کے مطابق ہو اور کذب وہ خبر ہے جو واقع کے

مطابق نہ ہو،خبر اور قضیہ میں ترادف ہے،تو اب قضیہ اور خبر کا سمجھنا موقوف ہوگا صدق اور کذب کے سمجھنے پر،اور صدق اور کذب کا سمجھنا قضیہ اور خبر کے سمجھنے پر موقوف ہوگا۔لہذا قضیہ اور خبر کا سمجھنا قضیہ اور خبر کے سمجھنے پر موقوف ہوگا اور یہ دور ہے۔اس کا جواب دیا کہ صدق اور کذب کا اطلاق جسطرح اس خبر پر ہوتا ہے جو واقع کے مطابق ہو اور واقع کے مطابق نہ ہو،اسی طرح صدق اور کذب کا اطلاق مطابقۃ اور عدم مطابقت پر بھی ہوتا ہے۔اور یہاں مطابقت اور عدم مطابقت مراد ہے،اور اس کا سمجھنا قضیہ اور خبر کے سمجھنے پر موقوف نہیں لہذا دور لازم نہ آئیگا۔

قولہ موضوعا:۔مصنف کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ قضیہ دو قسم پر ہے حملیہ اور شرطیہ۔اگر قضیہ میں ایک شی کا دوسری شی کے لیے ثبوت یا نفی کا حکم ہو تو وہ حملیہ ہے اگر ثبوت کا حکم ہو تو وہ موجبہ ہے جیسے زید قائم اور اگر نفی کا حکم ہو تو وہ سالبہ ہے جیسے زید لیس بقائم۔محکوم علیہ یعنی جس پر حکم لگایا جائے اس کو موضوع کہتے ہیں اور محکوم بہ یعنی جس کا حکم لگایا جائے اس کو محمول کہتے ہیں۔

لانہ وضع الخ :۔یہ موضوع کی وجہ تسمیہ ہے کہ موضوع وضع سے ہے جس کا معنی ہے متعین کرنا،موضوع کو موضوع اس لیے کہتے ہیں کہ اس کو بھی متعین کیا جاتا ہے تاکہ اس پر حکم لگایا جائے۔

لانہ امر الخ :۔یہ محمول کی وجہ تسمیہ ہے کہ محمول حمل سے ہے بمعنی لادنا،محمول کو محمول اس لیے کہتے ہیں کہ یہ بھی ایسا امر ہوتا ہے جس کو موضوع پر لادا جاتا ہے۔

قولہ والدالُّ علی النسبةِ ای اللفظةُ المذکورةُ فی القضیةِ الملفوظةِ التی تدلُّ علی النسبةِ الحکمیةِ تسمّٰی رابطةً تسمیةَ الدالِّ باسمِ المدلولِ فان الرابطةَ حقیقةً ھو النسبةُ الحکمیةُ وفی قولِه والدالُّ علی النسبةِ اشارةٌ الی انَّ الرابطةَ اداةٌ لِدلالتِھا علی النسبةِ التی ھو معنًی حرفیٌ غیرُ مستَقِلٍ واعلمُ انَّ الرابطةَ قد تُذکَرُ فی القضیةِوقد تُحذَفُ فالقضیةُ علَی الاوَّلِ تسمّٰی ثلاثیةً وعلی الثانِی ثنائیةً

ترجمہ :۔مصنف کا قول والدال،یعنی وہ لفظ جو قضیہ ملفوظہ میں مذکور ہوتا ہے جو نسبت حکمیہ پر دلالت کرتا ہے اس کا نام رکھا جاتا ہے رابطہ دال کا نام مدلول کے نام کے ساتھ رکھنے کے ساتھ اس لیے کہ رابطہ درحقیقت نسبت حکمیہ ہوتی ہے۔اور مصنف کے قول والدال الخ میں اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ رابطہ اداۃ ہوتا ہے بوجہ اس کے دلالت کرنے کے اس نسبت پر جو معنی حرفی غیر مستقل ہے۔اور جان تو کہ رابطہ کبھی مذکور ہوتا ہے قضیہ میں اور کبھی حذف کردیا جاتا ہے پس پہلی تقدیر پر قضیہ کا نام رکھا جاتا ہے ثلاثیہ اور دوسری تقدیر پر نام رکھا جاتا ہے ثنائیہ

﴿تشریح﴾ ای اللفظة الخ :۔یہاں سے متن کی وضاحت کرتے ہیں کہ وہ لفظ جو قضیہ ملفوظہ میں مذکور ہوتا ہے جو نسبت

حکمیہ پر دلالت کرتا ہے اس کو رابطہ کہتے ہیں۔

تسمیۃ الخ :۔ یہ رابطہ کی وجہ تسمیہ ہے کہ رابطہ درحقیقت نسبت حکمیہ کو کہتے ہیں، وہ لفظ جو اس نسبت پر دلالت کرے اس کو بھی رابطہ کہہ دیتے ہیں تسمیۃ الدال باسم المدلول کی قبیل سے، یعنی جو نام مدلول کا تھا وہ دال کا رکھ دیا گیا۔

وفی قولہ الخ :۔ یہاں سے ایک فائدہ بیان کرتے ہیں کہ مصنف کے اس قول والدال علی النسبۃ سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ رابطہ اداۃ یعنی حرف ہوتا ہے، اس لیے کہ یہ نسبت پر دلالت کرتا ہے اور نسبت معنی حرفی غیر مستقل ہے، تو جو معنی حرفی غیر مستقل پر دال ہو وہ بھی غیر مستقل ہوگا اور غیر مستقل اداۃ ہوتا ہے معلوم ہوا رابطہ اداۃ یعنی حرف ہوتا ہے۔

واعلم الخ :۔ یہاں سے قضیہ کی تقسیم کرتے ہیں، قضیہ دو قسم پر ہے ثلاثیہ اور ثنائیہ۔ وہ اس طرح کہ رابطہ کبھی مذکور ہوتا ہے اور کبھی محذوف، مذکور ہو تو قضیہ ثلاثیہ ہوگا، اس لیے کہ اس وقت تین اجزاء ہونگے، محکوم علیہ، محکوم بہ اور رابطہ۔ جیسے زید ہو قائم۔ اور رابطہ اگر محذوف ہو تو قضیہ ثنائیہ ہوگا اس لیے کہ اس وقت دو اجزاء ہونگے محکوم علیہ اور محکوم بہ جیسے زید قائم۔

قولہ وقَدِ استُعیرَلها هو اعلَمْ انَّ الرابطةَ تنقَسِمُ الی زمانیةٍ تدلُّ علی اقترانِ النسبةِ باحدِ الازمنةِ الثلاثةِ وغیرِ زمانیةٍ بخلافِ ذالک ، وذَکَرَ الفارابیُّ انَّ الحکمةَ الفلسفیةَ لمَّانُقِلَتْ من اللغةِ الیونانیةِ الی العربیةِ وَجَدَ القومُ انَّ الرابطةَ الزمانیةَ فی لغةِ العربِ هی افعالُ الناقصةِ ولکن لم یَجِدُوا فی تلکَ اللغةِ رابطةً غیرَ زمانیةٍ تقومُ مقامَ هست فی الفارسیةِ واِسْتَنْ فی الیونانیةِ فاستَعَارُوا لِلرابطةِ الغیر الزمانیةِ لفظةَ هو وهی ونحوِهما مع کونِهما فی الاصلِ اسماءً لاادواتٍ فهذا مااشَارَا الیه المصنّفُ بقولِه وقد استُعیرَلها هو وقد یُذکَرُ لِلرابطةِ الغیرِ الزمانیةِ اسماءٌ مشتقةٌ من الافعالِ الناقصةِ نحوُ کائنٌ وموجودٌ فی قولِنا زیدٌ کائنٌ قائماً اواُمَیْرِسٌ موجودٌ شاعراً

ترجمہ :۔ مصنف کا قول وقد الخ، جان تو کہ رابطہ منقسم ہوتا ہے زمانیہ کی طرف جو دلالت کرتا ہے نسبت کے تین زمانوں میں سے کسی ایک کے ساتھ مقترن ہونے پر اور غیر زمانیہ کی طرف اس کے خلاف کے ساتھ، اور فارابی نے ذکر کیا کہ حکمت فلسفیہ جب نقل کیا گیا یونانی زبان سے عربی کی طرف تو قوم نے پایا اس بات کو کہ رابطہ زمانیہ لغت عرب میں وہ افعال ناقصہ ہیں لیکن انہوں نے نہیں پایا اس لغت میں رابطہ غیر زمانیہ کو جو قائم مقام ہو فارسی میں ہست کے اور یونانی میں استن کے۔ پس انہوں نے مستعار لیا رابطہ غیر زمانیہ کے لیے لفظ ہو اوہی وغیرہ کو باوجود ان کے اصل میں اسماء ہونے کے نہ کہ ادوات۔ پس یہ وہ بات ہے جس کی طرف مصنف نے اشارہ کیا اپنے قول وقد استعیر لہا ہو کے ساتھ اور کبھی ذکر کیا جاتا ہے رابطہ غیر زمانیہ کے لیے ان اسماء کو جو افعال ناقصہ سے مشتق ہوتے ہیں جیسے کائن اور موجود ہمارے اس قول زید کائن قائما اور امیرس موجود شاعرا میں

﴿تشریح﴾ اعلم الخ :۔ یہاں سے رابطہ کی تقسیم کرتے ہیں، رابطہ کی دو قسمیں ہیں رابطہ زمانیہ، رابطہ غیر زمانیہ، رابطہ زمانیہ وہ ہے جو نسبت کے کسی ایک زمانے کے ساتھ مقترن ہونے پر دلالت کرے اور رابطہ غیر زمانیہ وہ ہے جو نسبت کے کسی ایک زمانے کیساتھ مقترن ہونے پر دلالت نہ کرے۔

وذکر الفارابی الخ :۔ یہ ایک سوال کا جواب ہے کہ ہم تسلیم نہیں کرتے کہ رابطہ اداۃ یعنی حرف ہوتا ہے اس لیے کہ زید ہو قائم میں ہو رابطہ ہے حالانکہ یہ اسم ہے؟ اس کا جواب دیا کہ حکمت فلسفیہ کو جب یونانی سے عربی میں نقل کیا گیا تو مناطقہ نے دیکھا کہ عربی میں رابطہ زمانیہ کے لیے تو افعال ناقصہ موجود ہیں لیکن عربی میں رابطہ غیر زمانیہ کے لیے کوئی ایسا لفظ موجود نہیں جو فارسی میں ہست اور یونانی میں استن کے قائم مقام ہو سکے، ہست اور استن کا معنی اردو میں "ہے" ہے۔ تو مناطقہ مجبور ہو گئے اس بات کی طرف کہ انہوں نے رابطہ غیر زمانیہ کے لیے لفظ ہو اور ہی وغیرہ کو مستعار لیا باوجود اس کے کہ وہ اسماء ہیں۔

وقد یذکر الخ :۔ یہاں سے ایک فائدہ بیان کرتے ہیں کہ کبھی رابطہ غیر زمانیہ کے لیے ایسے اسماء کو ذکر کیا جاتا ہے جو افعال ناقصہ یعنی افعال وجودیہ سے مشتق ہوتے ہیں جیسے کائن اور موجود مثلاً زید کائن قائما میں کائن رابطہ ہے اور امیرس موجود شاعرا میں موجود رابطہ ہے

متن: والّافشرطیةٌ ویسمّٰی الجزءُ الاوّلُ مقدَّمًا والثانِی تالیًا والموضوعُ ان کان شخصًا معینًا سُمِّیَتِ القضیةُ شخصیةً ومخصوصةً وان کان نفسَ الحقیقةِ فطبعیةٌ والافان بُیِّنَ کمیةُ افرادِہ کلاًاوبعضًا فمحصورةٌ کلیةٌ اوجزئیةٌ ومابه البیانُ سورٌ والّافمهملةٌ

ورنہ پس شرطیہ ہے اور نام رکھا جاتا ہے جزء اول کا مقدم اور دوسرے جزء کا تالی، اور موضوع اگر شخص معین ہو تو قضیہ کا نام رکھا جاتا ہے شخصیہ اور مخصوصہ اور اگر موضوع نفس حقیقت ہو تو طبعیہ ہے ورنہ پس اگر بیان کر دیا جائے اس کے افراد کی مقدار کو کلی اور جزوی طور پر تو وہ محصورہ ہے کلیہ یا جزئیہ اور جس کے ساتھ بیان ہو وہ سور ہے ورنہ پس مہملہ ہے۔

قوله فشرطیةٌ ای وان لم یکُنِ الحکمُ بثبوتِ شئی لِشئی اونفیِه عنه فالقضیةُ شرطیةٌ سواءٌ کانَ الحکمُ فیها بثبوتِ نسبةٍ علی تقدیرِ نسبةٍ اخرٰی اونفیِ ذالک الثبوتِ اوبالمنافاةِ بینَ النسبتینِ اوسلبِ تلکَ المنافاةِ فالاُولٰی شرطیةٌ متصلةٌ والثانیةُ شرطیةٌ منفصَلِةٌ .

ترجمہ :۔ مصنف کا قول فشرطیۃ یعنی اگر نہ ہو اس میں حکم ایک شئی کا دوسری شئی کے لیے یا اس کا اس شئی سے نفی کے لیے تو وہ قضیۃ شرطیہ ہے برابر ہے خواہ اس میں حکم ایک نسبت کے ثبوت کا ہو دوسری نسبت کی تقدیر پر یا اس ثبوت کی نفی کا ہو یا دو نسبتوں کے درمیان منافات کا حکم ہو یا اس منافات کے سلب کا حکم ہو، پس پہلا قضیہ شرطیہ متصلہ ہے اور دوسرا شرطیہ منفصلہ ہے۔

﴿تشریح﴾ **وان لم یکن الخ**:۔ یہاں سے متن کی وضاحت کرتے ہیں کہ اگر قضیہ میں ایک شئی کے دوسری شئی کے لیے ثبوت کا حکم ہو یا نفی کا حکم ہو تو وہ قضیہ حملیہ ہے، اگر ثبوت کا ہو تو وہ موجبہ ہے جیسے زید کھڑا ہے۔ اور اگر نفی کا ہو تو وہ سالبہ ہے جیسے زید کھڑا نہیں ہے۔ اور اگر اس میں ایک شئی کا دوسری شئی کے لیے ثبوت یا نفی کا حکم نہ ہو تو وہ قضیہ شرطیہ ہے۔ پھر شرطیہ کی دو قسمیں ہیں، متصلہ اور منفصلہ۔ متصلہ وہ قضیہ شرطیہ ہے جس میں ایک نسبت کی تقدیر پر دوسری نسبت کے ثبوت یا نفی کا حکم ہو، اگر ثبوت کا حکم ہو تو وہ متصلہ موجبہ ہے اور اگر نفی کا حکم ہو تو وہ متصلہ سالبہ ہے۔ متصلہ موجبہ کی مثال جیسے اگر سورج نکلا ہے تو دن موجود ہے متصلہ سالبہ کی مثال جیسے نہیں ہے یہ بات کہ اگر زید انسان ہے تو پتھر ہے۔ منفصلہ وہ قضیہ شرطیہ ہے جس میں دو نسبتوں کے درمیان جدائی کے ثبوت یا جدائی کی نفی کا حکم ہو، جدائی کا ثبوت ہو تو وہ منفصلہ موجبہ ہے اور جدائی کی نفی ہو تو وہ قضیہ منفصلہ سالبہ ہے۔ منفصلہ موجبہ کی مثال جیسے یہ عدد طاق ہے یا جفت ہے۔ منفصلہ سالبہ کی مثال جیسے نہیں ہے یہ بات کہ یا سورج نکلا ہوگا یا دن موجود ہوگا۔

واعلَمْ انَّ حصرَ القضيةِ فى الحمليةِ والشرطيةِ على ماقَرَّرَه المصنِّفُ عقليٌّ دائِرٌ بينَ النفيِ والاثباتِ وامَّا حصرُ الشرطيةِ فى المتصلةِ والمنفصلةِ فاستقرائيٌّ

ترجمہ:۔ جان تو کہ قضیہ کا حصر حملیہ اور شرطیہ میں جیسا کہ مصنف نے بیان کیا، عقلی ہے جو دائر ہے نفی اور اثبات کے درمیان اور بہرحال شرطیہ کا حصر متصلہ اور منفصلہ میں پس استقرائی ہے

﴿تشریح﴾ **واعلم الخ** :۔ یہاں سے ایک فائدہ بیان کرتے ہیں کہ حصر کی دو قسمیں ہیں حصر عقلی اور حصر استقرائی، حصر عقلی وہ حصر ہے جو نفی اور اثبات کے درمیان دائر ہو اور عقل کسی اور قسم کو جائز قرار نہ دے۔ اور حصر استقرائی وہ حصر ہے جو نفی اور اثبات کے درمیان دائر نہ ہو بلکہ جستجو اور تلاش کے نتیجہ میں حاصل ہو اور عقل کسی اور قسم کو جائز قرار دے۔ قضیہ کی حملیہ اور شرطیہ میں حصر حصر عقلی ہے اور قضیہ شرطیہ کی متصلہ اور منفصلہ میں حصر حصر استقرائی ہے۔

قولُه مقدَّمًالِتقدُّمِه فى الذكرِ قولُه تالياً لِتِلُوِه عن الجزءِ الاوَّلِ

ترجمہ:۔ مصنف کا قول مقدما بوجہ اس کے مقدم ہونے کے ذکر میں اور مصنف کا قول تالیا بوجہ اس کے جزء اول کے بعد میں آنے کے۔

﴿تشریح﴾ **لتقدمه الخ** :۔ مصنف کی عبارت کا حاصل یہ ہے کہ قضیہ شرطیہ کے پہلے جزء کو مقدم اور دوسرے کو تالی کہتے ہیں، لتقدمہ سے شارح نے مقدم کی وجہ تسمیہ بیان کی کہ مقدم کا معنی آگے کیا ہوا، مقدم کو مقدم اس لیے کہتے ہیں کہ اس کو بھی پہلے ذکر کیا جاتا ہے،

لتلوہ الخ :۔ یہ تالی کی وجہ تسمیہ ہے کہ تالی تلو سے ہے جس کا معنی ہے بعد میں آنا یا پیچھے آنا، تالی کو تالی اس لیے کہتے ہیں کہ اس کا ذکر مقدم کے بعد ہوتا ہے۔

قولہ الموضوعُ هذا تقسيمٌ لِلقضيةِ الحمليةِ باعتبارِ الموضوعِ ولِذَا لُوحِظَ فِي تسميةِ الاقسامِ حالَ الموضوعِ فيُسَمّٰى مالِموضوعِه شخصٌ شخصيًا وعلى هذ االقياسُ ومُحَصَّلُ التقسيمِ انَّ الموضوعَ اِمَّاجزئيٌ حقيقيٌ كقولِنا هذ اانسانٌ او كليٌ وعلَى الثانِي فاِمَّا ان يكونَ الحكمُ على نفسِ حقيقةِ هذ الكليِّ وطبعيتِه من حيثُ هي هي اوعلى افرادِه وعلى الثانِي فاِمَّا ان بيَّنَ كميةُ افرادِ المحكومِ عليه بان يّبَيَّنَ انَّ الحكمَ على كلِّها اوبعضِها اولايُبَيَّنَ ذالک بل يُهمَلُ فالاوَّلُ شخصيةٌ والثانِي طبعيةٌ والثالثُ محصورةٌ والرابعُ مهملةٌ ثم المحصورةُ اِن بُيّنَ فيها انَّ الحكمَ على كلِّ افرادِ الموضوعِ فكليةٌ واِنْ بُيّنَ الحكمُ على بعضِ افرادِه فجزئيةٌ وكلٌّ منهما اِماموجِبَةٌ اوسالبةٌ

ترجمہ :۔ مصنف کا قول والموضوع، یہ قضیہ حملیہ کی تقسیم ہے موضوع کے اعتبار سے، اور اسی وجہ سے اعتبار کیا گیا اقسام کا نام رکھنے میں موضوع کے حال کا چنانچہ اس قضیہ کا جس کا موضوع شخص ہو نام رکھا جاتا ہے شخصیہ، اور اسی پر قیاس ہے اور تقسیم کا حاصل یہ ہے کہ موضوع یا جزئی حقیقی ہوگا جیسے ہمارے قول ہذا انسان میں یا کلی ہوگا، دوسری تقدیر پر حکم اس کلی کی حقیقت اور طبیعت پر ہوگا اس حیثیت سے کہ وہ حقیقت ہے یا اس کے افراد پر ہوگا، دوسری تقدیر پر پس یا تو بیان کیا گیا ہوگا محکوم علیہ کے افراد کی مقدار کو بایں طور کہ حکم کل افراد پر ہے یا بعض پر، یا بیان نہیں کیا گیا ہوگا اس کو بلکہ مہمل چھوڑ دیا گیا ہوگا، پس اول قضیہ شخصیہ ہے ثانی طبعیہ ہے ثالث محصورہ ہے اور رابع مہملہ ہے۔ پھر محصورہ اگر بیان کیا گیا ہو اس میں اس بات کو کہ حکم موضوع کے تمام افراد پر ہے تو وہ کلیہ ہے اور اگر بیان کیا گیا ہو حکم بعض افراد پر تو وہ جزئیہ ہے اور ان میں سے ہر ایک یا موجبہ ہوگا یا سالبہ ہوگا۔

﴿تشریح﴾ ھذا الخ :۔ یہاں سے متن کی وضاحت کرتے ہیں کہ مصنف یہاں سے قضیہ کی موضوع کے اعتبار سے قسمیں بیان کرتے ہیں، چونکہ یہ موضوع کے اعتبار سے تقسیم ہے اسی لیے ان اقسام کا نام رکھنے میں موضوع کے حال کا لحاظ رکھا گیا ہے مثلا وہ قضیہ جس کا موضوع شخص ہو اس کا نام شخصیہ ہے وغیرہ۔

ومحصل الخ. یہاں سے قضیہ کی تقسیم کرتے ہیں کہ قضیہ کا موضوع یا جزئی ہوگا یا کلی، اگر جزئی ہو تو وہ قضیہ شخصیہ ہے اگر کلی ہو تو دو حال سے خالی نہیں یا تو حکم اس کلی کی حقیقت پر ہوگا یا افراد پر، اگر حکم حقیقت پر ہو تو وہ قضیہ طبعیہ ہے جیسے انسان نوع ہے، اور اگر حکم اس کلی کے افراد پر ہو تو دو حال سے خالی نہیں یا تو ان افراد کی مقدار بیان کی گئی ہو (کہ حکم کل افراد پر ہے

یا بعض پر) یا نہیں، اگر بیان کی گئی ہوتو وہ قضیہ محصورہ ہے اگر افراد کی مقدار بیان نہ کی گئی ہو بلکہ اس کو مہمل چھوڑ دیا گیا ہوتو وہ قضیہ مہملہ ہے۔ جیسے انسان کاتب ہے۔

ثـم المحصورة الخ ۔ یہاں سے قضیہ محصورہ کی اقسام بیان کرتے ہیں کہ قضیہ محصورہ کی چار اقسام ہیں موجبہ کلیہ موجبہ جزئیہ سالبہ کلیہ سالبہ جزئیہ، وجہ حصر یہ ہے کہ حکم موضوع کے تمام افراد پر ہوگا یا بعض پر، اگر تمام افراد پر ہوتو کلیہ ہے اگر بعض افراد پر ہوتو جزئیہ ہے پھر ان میں سے ہر ایک میں یا تو حکم کا ثبوت ہوگا یا نفی، اگر ثبوت ہوتو وہ موجبہ ہے اگر نفی ہوتو وہ سالبہ ہے۔ اب ہر ایک کی تعریف اس طرح ہوگی کہ موجبہ کلیہ وہ قضیہ ہے جس میں محمول موضوع کے تمام افراد کے لیے ثابت ہو جیسے ہر انسان جاندار ہے، موجبہ جزئیہ وہ قضیہ ہے جس میں محمول موضوع کے بعض افراد کے لیے ثابت ہو جیسے بعض حیوان انسان ہیں، سالبہ کلیہ وہ قضیہ ہے جس میں محمول موضوع کے تمام افراد سے نفی کیا گیا ہو جیسے کوئی جاندار پتھر نہیں اور سالبہ جزئیہ وہ قضیہ ہے جس میں محمول موضوع کے بعض افراد سے نفی کیا گیا ہو جیسے بعض حیوان انسان نہیں۔

ولابُدَّ فی کلِّ من تلکَ المحصوراتِ الاربعِ من امرٍ یُبَیِّنُ کمیةَ افرادِ الموضوعِ یسمّٰی ذالک الامرُ بالسورِ اُخِذَ من سُورِ البلدِ اذ کما انَّ سُورَ البلدِ مُحیطٌ به کذالک هذا الامرُ محیطٌ بماحُکِمَ علیه من افرادِ الموضوعِ فسُورُ الموجبةِ الکلیةِ هو کلٌّ ولامُ الاستغراقِ ومایفِیدُ معناهما من ایِّ لغةٍ کانت وسورُ الموجبةِ الجزئیةِ بعضٌ وواحدٌ ومایفید معناهما وسورُ السالبةِ الکلیةِ لاشئَ ولا واحدَ ونظائرُهما وسورُ السالبةِ الجزئیةِ هو لیسَ بعضُ وبعضُ لیسَ ولیسَ کلّ ومایُرَادِفُها

ترجمہ :۔ اور ضروری ہے ان محصورات اربع میں ایسے امر کا ہونا جو بیان کرے موضوع کے افراد کی مقدار کو اس امر کا نام رکھا جاتا ہے سور یہ ماخوذ ہے سورالبلد سے اس لیے کہ جس طرح شہر کی فصیل احاطہ کرنے والی ہوتی ہے شہر کا اسی طرح یہ امر احاطہ کرنے والا ہوتا ہے ان موضوع کے افراد کا جن پر حکم لگایا گیا ہو پس موجبہ کلیہ کا سور وہ کل اور لام استغراق اور وہ لفظ ہے جو ان دونوں کے معنی کا فائدہ دے خواہ کسی بھی لغت سے ہو اور موجبہ جزئیہ کا سور بعض اور واحد اور ان کے ہم معنی ہیں اور سالبہ کلیہ کا سور لاشئی اور لا واحد اور ان کے نظائر ہیں اور سالبہ جزئیہ کا سور لیس بعض، بعض لیس اور لیس کل اور ان کے مترادف الفاظ ہیں۔

﴿تشریح﴾ ولابد الخ : ۔ یہاں سے ایک فائدہ بیان کرتے ہیں کہ قضیہ محصورہ کی ان چاروں قسموں میں ایسے امر کا ہونا ضروری ہے جو موضوع کے افراد کی کمیت یعنی مقدار کو بیان کردے، ایسے امر کو سور کہتے ہیں،

اخـذ الخ : یہ سور کی وجہ تسمیہ کا بیان ہے کہ یہ سورالبلد سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے شہر کی فصیل، تو جس طرح شہر کی فصیل شہر کا احاطہ کرنے والی ہوتی ہے اسی طرح یہ امر بھی موضوع کے افراد کا احاطہ کرتا ہے جن پر حکم لگایا جاتا ہے اسی لیے اس کو